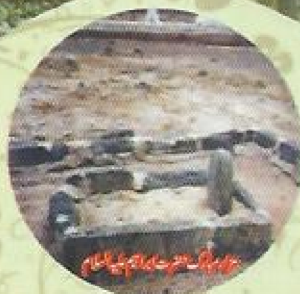
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (القرآن)

اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر





قربانی

تاریخ

مسائل

حقائق

فضائل

بھینس کی قربانی

مع

قربانی کے صرف تین دن

وہابی نجدی علماء کے مضامین

از ترجمانِ اہلسنت

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

اویسی بک سٹال

0333-8173630

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (القرآن)

اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر

قربانی

تاریخ حقائق فضائل مسائل

مع

قربانی کے صرف تین دن

وہابی نجدی علماء کے مضامین

از رشحات قلم

ابو الحقائق علامہ مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ [illegible]

پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

نام کتاب ———— **قربانی** تاریخ حقائق فضائل مسائل

از قلم ———— ابو الحقائق مولانا علامہ محمد مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ

اشاعت ———— بار اول: جنوری ۲۰۰۲ء۔ بار دوم جنوری ۲۰۰۵ء۔ بار سوم: ستمبر ۲۰۱۲ء

کمپوزنگ ———— ساقی کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالہ، قاری محمد امتیاز ساقی مجددی
03466049748

تعداد ———— 1000

صفحات ———— 240

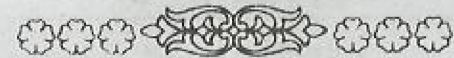
ھدیہ ———— 200

ملنے کے پتے

- صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
- مکتبہ قادریہ ○ مسلم کتابوی ○ کرمانوالہ بک شاپ
- مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
- شبیر برادرز ○ نعیمیہ بک سٹال ○ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
- مکتبہ اھلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ○
- شمس و قمر بھاٹی گیٹ لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
- مکتبہ رضائے مصطفیٰ ○ مکتبہ قادریہ بلال چوک گوجرانوالہ ○ مکتبہ غوثیہ
- مکتبہ الفرقان ○ مکتبہ غوثیہ ○ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان
- مہریہ کاظمیہ بوہڑ ملتان ○ مکتبہ فریدیہ ساہیوال
- مکتبہ اہلسنّت فاضل آباد ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
- جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
- مکتبہ ضیائیہ ○ مکتبہ غوثیہ عطاریہ کمیٹی چوک راولپنڈی
- اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک ○ امام احمد رضا گرکی روڈ راولپنڈی
- مکتبہ امینیہ عطاریہ امین پور بازار فیصل آباد ○ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- مکتبہ سلطانیہ ○ مکتبہ صبح نور محمد پورہ فیصل آباد

فہرست







انتساب

سراج العارفین .... دلیل السالکین

آفتاب نقشبندیت .... ماہتاب مجددیت

شارح مکتوبات امام ربانی ... حامل فیوضات مجدد الف ثانی

سیدی ومرشدی واستاذی

شیخ طریقت حضرت علامہ

ابوالبیان **پیر محمد سعید احمد مجددی** قدس سرہ العزیز

نقشبندی، قادری، چشتی، شاذلی، اویسی

کے مبارک نام

جو مجسمہ تسلیم ورضا اور پیکر اخلاص ووفا تھے

جن کے پیغام ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ ہے

اور جن کی دین اسلام کے لیے قربانیاں ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

نیازمند

/

ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔اما بعد!

قربانی زندہ قوموں کا شعار ہے، قربانی سے طاقتوری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور بہادری کا بھی۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جس قوم نے قربانی دینا سیکھ لیا وہ دنیا کی طاقتور اور بہادر ترین قوم کہلانے لگی اور سب اس قوم کی تحسین کرنے لگے۔

قربانی......قربانی دینے والوں کو پستی کی بجائے بلندی عطا کر دیتی ہے کمزوری چھین کر شہزوری دیتی ہے۔گمنامی کے اندھیروں سے نجات دلا کر ناموری کی تابانیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔دردِ فرقت میں جلنے والوں کو پیغامِ وصل سناتی ہے

قربانی، سخاوت کا باعث بھی ہے اور سعادت کا بھی۔عظمت کا سبب بھی ہے اور رفعت کا بھی۔صفحات کائنات بتاتے ہیں کہ خوشگوار اور لازوال زندگی اسی قوم کا مقدر بنی جس نے مرنا اور قربان ہونا سیکھ لیا۔

جو دیکھی ہسٹری میں نے تو یہ مجھ کو یقیں آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

اس بات پہ یقین نہ آئے تو مہندی کی بناوٹ پر غور کر لیں کہ اس نے محبوب کے تلووں کے بوسے کے لیے کیسے کیسے صبر آزما، درد انگیز اور حوصلہ شکن مراحل کو طے کیا......کتنے دکھ اور مصائب جھیلے، اور کتنی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا......بقول شاعر

کٹی، کچلی گئی، پس کر، چھنی، بھیگی، گندھی مہندی
جب اتنے دکھ سہے، پھر جا کر قدموں سے لگی مہندی

وصل یار معمولی چیز نہیں، زہے نصیب کہ یہ حاصل ہو۔

محبوب کے قدموں کا بوسہ اتنا مشکل اور ہمت طلب ہے تو زلف یار کا بوسہ کس قدر آزمائشوں اور امتحانوں کا حامل ہوگا؟ یہ تو کنگھی ہی بتا سکتی ہے کہ اس نے کونسی کٹھن منزلوں کو سر کیا تب کہیں جا کر زلفِ محبوب کا وصل نصیب ہوا۔پنجابی کا شاعر کہتا ہے:

جد تک عاجز، کنگھی وانگوں آرے ہیٹھ نہ آوے
یار سجن دیاں زلفاں تائیں، کیونکر انگ لگاوے

اسی طرح مٹی بھی کمہاروں کا ظلم وتشدد برداشت کرتی ہے۔مصائب اور تکالیف جھیلتی ہے۔حتی کہ ایک عرصہ تک آگ کے شعلوں کی تپش برداشت کرتی ہے، پھر کہیں جا کر پیالے کی شکل نصیب ہوتی ہے اور محبوب کے ہونٹوں سے مس ہونے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔

یہ جان فروشیاں، وفا شعاریاں اور تسلیم ورضا مندیاں صرف محبوب اور مطلوب کی رضا، قرب اور وصل حاصل کرنے کی خاطر ادا کی جا رہی ہیں......قربانی دینے والا اپنی جان داؤ پر لگا کر، اپنی خوشیاں اور آرزو مندیاں دوسروں کی جھولی میں ڈال دیتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ کبھی تو اس کا محبوب اس کی طرف نظر محبت سے دیکھے گا اور یوں اس کے سارے غم اور دکھ کافور ہو جائیں گے۔ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا:

نفس المحب علی الآلام صابرۃ
لعل متلفها یوما یداویها

یعنی محبّ صرف اسی لیے اتنے جانکاہ صدمے برداشت کرتا ہے کہ کبھی تو اس کا محبوب اپنے دکھی اور زخمی محبّ اور عاشق کے زخموں پر مرہم رکھے گا۔

محبوب کا ایک دفعہ دیکھ لینا ہی سارے غموں اور دکھوں کا علاج ہوتا ہے اور محبوب کی خوشی یقیناً کسی قربانی کے بعد ہی نصیب ہوتی ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ قربانی کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔قربانی اور جانثاری سے بظاہر حیات دنیوی ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کے عوض حیات ابدی وسرمدی مل جاتی ہے۔ایک تن آور، سرسبز وشاداب درخت کو کاٹ دیا جاتا ہے، اس کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں سے محرومی کا احساس تو ہوتا ہے، لیکن وہ درخت بزبان حال پکار رہا ہوتا ہے کہ اے افسوس کناں! غم نہ کر میرا کٹنا بے کار اور بے مقصد نہیں ہے، بلکہ میری یہ موت دوسروں کی حیات کا سامان ہوگی، میں ڈوبنے والوں کے لیے کشتی بن جاؤں گا، گھروں کی حفاظت کے لیے دروازے اور کھڑکیاں بن جاؤں گا، آرام وراحت کے لیے میز اور کرسیاں بن جاؤں گا، اور ایک زمانہ اس سے مستفید ہوتا رہے گا۔

ایک دانہ کو جب مٹی میں دبا دیا جاتا ہے بظاہر وہ ختم ہوتا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ بھی یہ کہہ رہا ہوتا ہے: مجھے بے نشان سمجھنے والو! میں مٹا نہیں، تمہارے ہاتھوں مٹی میں اس لیے مل رہا ہوں کہ تمہارے گھروں کو دانوں سے بھر دوں، میں خاک میں مل کر گل وگلزار بن جاؤں گا اور تمہاری زندگی کو خوشگوار بنا دونگا۔

؎ مٹا دے اپنی ہستی کو گر کوئی مرتبہ چاہیے
دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ جو قربان ہوتا ہے وہ صرف نظروں سے اوجھل ہوتا ہے مگر حقیقت میں پوری قوم کو زندگی بخش جاتا ہے اور پورے معاشرے میں اس کی جاں فروشی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں فرمان خداوندی ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ......الآیہ (البقرہ ۱۵۴) میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔سچ ہے:

؎ بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اور

؎ شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نوید زندگی لاتے ہیں بہرِ نوعِ انسانی

مندرجہ بالا حقائق سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ زندگی اسی قوم اور اسی معاشرے کو ملتی ہے جو مرنا اور قربان ہونا سیکھ لیتے ہیں، جنھیں مرنا، مٹنا اور قربان ہونا نہیں آتا وہ حقیقی زندگی سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

؎ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

یہی وجہ ہے کہ قربانی کا تصور ہر قوم اور ہر دور میں مختلف انداز واطوار سے موجود رہا ہے، لیکن چونکہ اسلام دینِ فطرت اور ترجمانِ حقیقت ہے۔دیگر امور کی طرح اسلام کا تصورِ قربانی بھی تمام ادیان واقوام سے جدا اور منفرد ہے۔اسلام اطاعت وفرمانبرداری کا علمبردار ہے، وہ اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی، دینِ اسلام کی

بالادستی اور عظمتِ رسالت کی رفعت و پاسبانی کے لیے وقت، مال وطن اور اولاد کی قربانی کی ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور دین اسلام اگر جان کی قربانی کا مطالبہ کریں تو مسلمانوں کو اس سے بھی قطعاً دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ سب کچھ قربان کرکے بھی یہی نعرہ لگانا چاہیے:

؎ کیا پیش کریں تم کو کیا چیز ہماری ہے

یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

مسلمان کو جذبۂ قربانی و جانثاری سے ہر وقت سرشار رہنا چاہیے، اسلام نے اسے مختلف مواقع فراہم کیے ہیں جن میں ایک موقع عید الاضحیٰ کا ہے۔ اہل اسلام حکمِ اسلامی پر لبیک کہتے ہوئے اپنے جذبات کا خوب اظہار کرتے ہیں اور قربانی کا ایک بہترین منظر عید قربان کے موقع پر جانوروں کو ذبح کرکے پیش کیا جاتا ہے۔

سطور ذیل میں اقوام سابقہ کی قربانیوں کا ذکر اور اسلامی قربانی کی تاریخی اور شرعی حیثیت کے متعلق گفتگو مطلوب ہے۔ چونکہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم یادگار ہونے کے علاوہ ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا مبارک طریقہ بھی ہے۔ اس لیے عید قربان کے موقع پر اہل اسلام جگہ جگہ آپ کی یاد مناتے ہیں اور اپنے محبوب سرور عالم ﷺ کی سنت کو دہراتے ہیں۔ چونکہ ہر سال اس مبارک عمل سے تبرک و تعلق کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے فضائل، مسائل اور آداب سے مکمل آگاہی حاصل ہو، تاکہ بارگاہ خداوندی میں سرخروئی مل سکے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عوام الناس آداب قربانی سے کماحقہ سبکدوش نہیں

ہو پاتے، اس لیے عاجز نے عوام کی اصلاح کے لیے عام فہم انداز میں قربانی کی تاریخ، فضائل، مسائل اور اس کے آداب واحکام کو مختصر اور جامع انداز میں جمع کرنے کی حقیری سعی کی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ کوشش کے باوجود گزشتہ اشاعتوں میں کچھ فنی اور پروف ریڈنگ کی اغلاط رہ گئی تھیں، جن کی تصحیح ضروری تھی۔ اس لیے موجودہ ایڈیشن (ستمبر ۲۰۱۲ء) میں اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اور اب اس کتاب کو نئی آب وتاب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

احادیث کی مزید تخریج، بعض ضروری مسائل کا اضافہ اور کچھ ترمیم واصلاح بھی کردی گئی ہے۔ اس اشاعت میں قربانی کے تین ایام پر مخالفین کی تازہ تحقیق کو بھی شامل کردیا گیا ہے تاکہ چوتھے دن قربانی کرنے پر دلائل دینے والوں کو آئینہ دکھایا جاسکے۔ اور عوام الناس اصل حقیقت کو جان سکیں۔

پوری کوشش کے باوجود اغلاط کا رہ جانا ایک فطری امر ہے لہٰذا قارئین سے التماس ہے کہ نشاندہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ان ارید الا الاصلاح ماستطعت وما توفیقی الا باللہ

خیراندیش:

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

03007422469

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۱

تاریخ قربانی

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اور ہر معاشرے نے اپنے اپنے مذہبی عقائد ونظریات کے مطابق اسے اپنائے رکھا۔ قربانی کا تصور بلا امتیاز تمام مذاہب میں موجود رہا ہے۔ لیکن اس قربانی کی نوعیت کیا رہی ہے؟۔ اس کے متعلق تفصیلاً بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم مختلف قربانیوں کے متعلق مختصر بیان پیش خدمت ہے۔

سب سے پہلی قربانی:

تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی انسان اول، ابوالبشر، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے پیش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی مردود۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین۔ (المائدہ، ۲۷)

ترجمہ: اور آپ انہیں آدم کے دونوں بیٹوں کی خبر ٹھیک ٹھیک پڑھ سنایئے! جب دونوں نے قربانی دی تو ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔ (اس دوسرے نے) کہا قسم ہے میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ (پہلے نے) کہا (تو بلا وجہ مجھ سے ناراض ہوتا ہے) اللہ صرف پرہیزگاروں کی طرف سے قبول فرماتا ہے۔

اس قربانی کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ فرمایا۔ افزائش نسل کا سلسلہ چلا۔ انتظام یوں کیا گیا کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک حمل سے دو بچے (لڑکا اور لڑکی) پیدا ہوتے تھے۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے، وہ بھی حضرت ہابیل کے بدلے میں۔ آپ کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے جوڑے کا نام قابیل اور اقلیمہ (یا وضیہ) ہے۔ بعض کے نزدیک یہ جوڑا جنت میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد دو سال کے وقفہ سے جو جوڑا متولد ہوا، اس کا نام ہابیل اور لیوذا (یا دمیمہ) ہے۔ جبکہ آخری جوڑے کا نام ابوالمغیث اور ام المغیث ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کی تعداد اکتالیس بیٹے اور بیٹیاں ہیں جبکہ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

نکاح کا طریقہ یوں تھا کہ ایک جوڑے کا لڑکا اور دوسرے جوڑے کی لڑکی کو ملا کر ازدواجی رشتہ قائم کر دیا جاتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہلے دونوں جوڑوں کے متعلق زوجیت کو استوار کرنے کا ارادہ فرمایا، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ دونوں

صاحبزادوں کو سنایا۔ حضرت ہابیل نے تو دل و جان سے تسلیم کیا، لیکن قابیل اکڑ گیا۔ کہنے لگا کہ میں نکاح کروں گا، تو صرف اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی، اقلیمہ سے ہی کروں گا۔ کیونکہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے لاکھ سمجھایا کہ بیٹا! یہ میری بات نہیں بلکہ حکم خداوندی ہے، اسے مت ٹالو! مگر قابیل انکار کرتا رہا۔ بلکہ کہنے لگا یہ خدا کا حکم نہیں ہے، آپ اپنی رائے اور مرضی سے ایسا کر رہے ہیں، لہٰذا میں آپ کے حکم کو نہیں مانوں گا۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ چلو اس طرح کرو کہ اپنی اپنی قربانی بارگاہ ربوبیت میں پیش کرو، جس کی قربانی مقبول ہوگئی، وہ اقلیمہ سے شادی کا حقدار ہوگا۔ حضرت ہابیل نے اس فرمان کو راضی خوشی قبول کیا۔ لیکن قابیل نے صرف کاروائی اور خانہ پری کے طور پر مثبت اشارہ کیا اور دل میں یہ رکھا کہ میری قربانی مقبول ہو یا مردود، میں ہر حال میں اقلیمہ سے ہی شادی کر کے رہوں گا۔ چنانچہ دونوں اٹھے اور اپنی اپنی قربانی پیش کرنے چل دیئے۔ حضرت ہابیل بھیڑ، بکریوں کے مالک تھے اور قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا۔ ہابیل، اللہ کے حکم پر راضی تھے۔ اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک نفیس ترین دنبہ اور اس کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی پیش کیا۔ چونکہ قابیل کے دل میں نفسانی خواہشات اور شیطانی اثرات نے ڈیرہ جما رکھا تھا، اسے خدا کی رضا ہرگز مطلوب نہ تھی اور وہ یہی چاہتا تھا کہ میری قربانی قبول نہ بھی ہو پھر بھی اقلیمہ ہی میرے نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ اس نے نہایت ردی اور گھٹیا قسم کی گندم پیش کی۔ دونوں کی چیزوں کو ایک پہاڑ پر رکھا گیا، آسمان سے آگ اتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا گئی۔ یہ آگ کا جلانا، اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت ہابیل کی قربانی مقبول ہے اور قابیل کی قربانی مردود ہے...... (اس دور میں قربانی کے قبول ہونے کی

ایک یہی علامت ہوا کرتی تھی) جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو بجائے سمجھنے کے، الٹا حسد کی آگ میں جلنے لگا اور حضرت ہابیل سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت ہابیل نے فرمایا کہ بھائی! اس میں میرا کیا قصور ہے؟...... کسی کی قربانی قبول کرنا یا رد کرنا خدا کا کام ہے۔ لہٰذا تم اس برے ارادے سے باز آجاؤ، ورنہ بہت خسارا اٹھاؤ گے...... لیکن قابیل کی شیطنت کو چین نہ آیا اور صرف نسوانی حسن کے لالچ میں آ کر اس نے اپنے سگے بھائی کو قتل کر دیا اور دوزخیوں میں سے ہوگیا۔ یوں یہ روئے زمین پر پہلا قاتل تھا اور یہ پہلی قربانی تھی جو خدا کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۳۴ جز ۶، تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۵۵، تفسیر مظہری ج ۳ ص ۸۷، تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۴، ۲۰۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۸، ۵۱۷ وغیرہ)

چونکہ روئے زمین پر قتل کا موجد قابیل ہے، اس لیے جو آدمی بھی کسی کو ظلماً قتل کرتا ہے، تو اس کا گناہ جہاں اس قاتل کو ہوتا ہے، وہاں ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے:

قال النبی لاتقتل نفس ظلماً الا کان علی ابن ادم الاول کفل من دمھا وذلك لانه اول من سنّ القتل۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، ج ۲ ص ۱۰۸۸، مسلم ج ۲ ص ۶۰، مشکوٰۃ ص ۳۳)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس جان کو بطور ظلم قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اس نے قتل کے طریقہ کا آغاز کیا تھا۔

دور جاہلیت کی چند قربانیاں:

قدیم زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگ بیجوں کی بوائی کے موسم میں زمین میں بیج ڈالنے سے قبل انسانی جان کو قربان کرتے تاکہ وہ فصل حاصل کرسکیں۔ یہ قربانی کسی معمولی شخص کی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لیے کسی ایسے نوجوان مرد یا عورت کو منتخب کیا جاتا تھا جس نے خصوصی نگہداشت میں تربیت پائی ہو، اور وہ حسن وجمال میں بھی نمایاں ہو۔ (ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ ص ۲۴۔۲۵ شمارہ مئی ۱۹۹۵ء)

اس طرح ایران، پاک وہند، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ میں قربانی کا عام رواج تھا اور یہ قربانیاں رضائے الٰہی، کفارہ معاصی، ازالۂ غضبِ اصنام اور شاعر کے ملکہ شعر گوئی کی افزائش وغیرہ کے لیے دی جاتی تھیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷، ص ۹۲۰)

اہل فارس کی قربانیاں:

۱......ایران میں آریہ لوگوں کی سکونت تھی، یہ لوگ عناصر طبعی، اجرام فلکی اور قدرتی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آگ کی پوجا اور پرستش تو عام ہوتی تھی، اسی کے لیے قربانیاں دی جاتی تھیں۔ (ملخصا ہسٹی آف پرشیا ص ۳۹۷)

۲......ساسانی خاندان کے مختلف لوگوں نے علیحدہ علیحدہ آتشکدے بنا رکھے تھے، جن میں آذر گشنسپ یا آتش شاہی کا آتشکدہ جو آذربائیجان میں واقع تھا......شاہان ساسانی تکلیف ومصیبت کے وقت اس آتش کدے کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور وہاں نہایت فیاضی کے ساتھ زرومال کے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور زمین وغلام اس

کے لیے وقف کرتے تھے۔ (ایران بعہد ساسانیاں خلاصہ ص ۲۱۸)

۳......آریہ اصنام پرست تھے اور ان کے دیوتا فطری قوتیں تھیں یا وہ اشخاص جو ان قوتوں کا پیکر سمجھے جاتے تھے۔ ابتداء میں نہ بت بنائے جاتے تھے اور نہ ان کے لیے بت خانے تعمیر کیے جاتے۔ دیوتاؤں کی بڑی پوجا یہ تھی کہ ان کے لیے قربانیاں دی جاتیں۔ عام طور پر اناج اور دودھ کی قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ گوشت ان دیوتاؤں کی قربان گاہ پر جلایا جاتا۔ پجاری خود بھی اسے کھاتے تھے اور اس کا بہترین حصہ پروہت (مذہبی کاموں کو باقاعدہ کرنے یا کرانے والے) کو دیا جاتا ہے۔ سب سے مرغوب ترین قربانی ''سومہ'' تھی۔ یہ ایک شراب ہے، جو ایک پہاڑی بوٹی سے کشید کی جاتی ہے۔ وہ اپنے دیوتاؤں کو بہت عالی شان اور طاقت ور سمجھتے اور جب تک وہ ''سومہ'' (شراب) پیتے رہتے وہ فنا اور موت سے بلند تر تھے۔ قربانی دینے والے یہ خیال کرتے کہ جن دیوتاؤں کے لیے انہوں نے قربانیاں دی ہیں وہ انہیں اس کے عوض بڑے بڑے انعامات سے بہرہ ور کر کے مالا مال کردیں گے۔

(ورلڈ سول لائزیشن ص ۸۱)

۴......اسی طرح وشنو (VISHNU) آریوں کے تین بڑے دیوتاؤں میں سے ایک تھا۔ کیونکہ یہ جنگ کے خلاف تھا، اس لیے اس کے لیے جانوروں کی قربانی نہیں جاتی تھی بلکہ پھولوں کے ہار پیش کیے جاتے تھے۔ ملخصا۔ (ورلڈ سول لائزیشن ص ۸۷)

ہندو مذہب میں قربانی:

ہندوؤں کے مختلف وید ہیں، جن میں ایک ''رگ وید'' ہے۔ اس کے آخری منتر

میں ہے کہ سب سے قدیم آدمی کو دیوتاؤں نے بطور قربانی ذبح کیا تھا۔قربانی، پہلے بھی ان کی پوجا کا اہم عنصر تھی، لیکن اب اس کی اہمیت سو گنا بڑھ گئی، ساماوید، یجروید، اتھروید، رگ وید کے بعض منظوم اور بعض نثری حصوں کو الگ کر دیا گیا۔انہیں قربانی کے وقت پڑھا جاتا...... دیوتاؤں کی خوشنودی کا انحصار قربانی پر تھا اور قربانیکی مقبولیت کا انحصار برہمنوں پر۔کیونکہ صرف وہی لوگ صحیح طور پر قربانی کی رسم ادا کر سکتے تھے، ورنہ اگر وہ خود قربانی دیتے اور اس میں ذرا سی غلطی بھی سرزد ہو جاتی تو اس قربانی سے، قربانی دینے والوں کو الٹا نقصان پہنچتا (انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ ص ۲۱۹، ۲۲۰ بحوالہ رگ وید س ۹، ۱۰)

ہندو لوگ اپنی ماتا دیوی (درگا، دیوتا کی بیوی) کو بدشکل، بوڑھی اور ساحرہ کے روپ میں نمایاں کرتے ہیں اور باور کرایا جاتا ہے کہ بڑا دیوتا نکما اور بے کار ہے لہٰذا اس کی تخلیقی قوت مجسم بن کر اس کی بیوی درگا میں منتقل ہو گئی ہے، لہٰذا اسی کی پوجا کرنی چاہیئے۔تو اس کی پوجا کے وقت جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔قدیم زمانہ میں زندہ انسانوں کو بھی اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

(ملخصا، انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ ص ۲۳۲)

واضح رہے کہ درگا اور پاراوتی سیوا (دیوتا کی بیوی کے دو نام ہیں) کے لیے جانوروں کی قربانی کا اب بھی رواج ہے۔قربانی پیش کرنے والا قربانی کا خون درگا کو پیش کرتا ہے، گوشت کا پسندیدہ ٹکڑا برہمن (وید کا عالم، پنڈت) لے اڑتا ہے اور باقی قربانی دینے والا خود کھاتا ہے یا دوسرے پجاریوں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہے۔

عبرانیوں کی قربانیاں:

عبرانی لوگ بھی بڑے جوش وخروش سے قربانیاں پیش کرتے تھے۔

چنانچہ دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے:

عبرانیوں میں شکریے، کفارے اور حمد الٰہی کے لیے، لڑکے کے تولد ختنہ، شادی بیاہ، مہمانداری، فتح مندی، زمین کے جوتنے، کنویں یا عمارت کی بنیاد رکھنے اور باہمی معاہدات وغیرہ کے موقع پر قربانی ہوا کرتی تھی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰)

اہل یونان کی قربانی:

اہل یونان دیوتاؤں کے مندروں میں بڑے قیمتی نذرانے پیش کرتے تھے اور اپنی منقولہ وغیر منقولہ (مال و دولت اور زر و زمین) جائیدادیں ان کے نام وقف کر رکھی تھیں۔جب کوئی خاص مشکل پیش آتی تو انسانی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔چنانچہ ''ایگا میمنون'' نے محض ''دیوی آرٹومس'' کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جواں سال بیٹی ''ایفی گنیا'' کو اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔

اہل چین کی قربانی:

شانگ خاندان کے دور حکومت میں چین کے لوگ مختلف مظاہرِ فطرت کی پوجا کرتے تھے۔زمین، دریا، ہوائیں اور سمتیں، مشرق ومغرب وغیرہ ان کے معبود تھے اور ان معبودانِ باطلہ کے لیے قربانیاں دیتے تھے۔عام طور پر جانوروں کا گوشت جلا دیا جاتا۔شراب بھی ان کی پسندیدہ قربانی تھی...... دیوتاؤں کی قربان گاہ پر انسانی قربانی کا

بھی عام رواج تھا، عام طور پر جنگی قیدیوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا۔ بسا اوقات فوجی مہمیں صرف اسی مقصد کے لیے بیرون ملک بھیجی جاتیں کہ وہ غیر چینیوں کو قید کر کے لے آئیں اور ان کو قربانی کے طور پر اپنے معبودوں کے لیے ذبح کیا جائے۔

اہل مصر کی قربانی:

مصری لوگوں کا معمول یہ تھا کہ دریائے نیل جب خشک ہو جاتا تو وہ حسن کی پیکر ایک کنواری دوشیزہ کو اس کی بھینٹ چڑھاتے تو وہ جاری ہو جاتا۔ ورنہ خشک ہی رہتا۔ مصری لوگوں کی تمام تر پیداوار کا دارومدار اسی دریا پر تھا اس لیے وہ اسے خشک ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے اور انہوں نے بزعم خود اس کا علاج اسی میں سمجھا کہ ایک حسین وجمیل نوجوان لڑکی کو اس پر قربان کر دیا جائے۔ تاکہ اپنی فصل کی پیداوار کو قائم رکھا جا سکے۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس علاقے کو فتح کیا اور آپ کو اس علاقے کا گورنر بنایا گیا تو مصری باشندوں نے فاتح مصر، حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنے اس طریقہ کار سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

اسلام ایسی غلط رسومات کو مٹانے آیا ہے، ہم یہ غیر شرعی کام ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط صورت حال سے باخبر کیا اور عرض کیا ہماری رہنمائی کی جائے کہ ہم اس ظالمانہ اور قاتلانہ کام سے کیسے جان چھڑا سکتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے قاصد کو ایک خط عنائت فرمایا، جو آپ نے دریائے نیل کے نام لکھا تھا، جس کا مضمون یہ

تھا کہ:

من عبدالله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر اما بعد! فان کنت تجری من قبلك فلا تجر وان کان الله یجریك فاسأل الواحد القهار ان یجریك۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۷)

عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام

اما بعد!...... ''اے دریا! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو پھر بالکل جاری نہ ہو، (ہمیں تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں) اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا تو میں اس واحد اور قہار سے عرض گزار ہوں کہ وہ تجھے جاری فرما دے۔

آپ نے قاصد کو فرمایا کہ اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق خط کو دریا کی ریت میں دفن کر دیا گیا۔ اب خدا کی شان اور عظمت عباد الرحمٰن کا اظہار یوں ہوا کہ جونہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط خشک دریا میں دفن کیا گیا، وہ فوراً جاری ہو گیا اور اسی وقت اس قدر تموج وتلاطم خیزی سے جاری ہوا کہ سولہ ہاتھ اوپر آ گیا اور آج تک خشک نہیں ہوا۔ (کتاب العظمة لابی الشیخ ج٤ ص ١٤٢٤، کتاب الکرامات ص ١١٩، کرامات اولیاء الله عزوجل مع شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة ج٢ ص ٢٠٤٠١٠٤٠٢ للالکائی، فتوح مصر ص ١٠٤ لابن عبدالحکم، تخریج احادیث العقائد ص ١٤، حسن المحاضره ج٢ ص ٣٥٣ للسیوطی، البدایة والنهایة ج٢ ص ٢٧، دوسرا نسخه ج١ ص ١٣٩٨ دار ابن حزم لابن کثیر، حجة الله علی العالمین ج٢ ص ٨٦١، تاریخ الخلفاء ص ١٢٧، الریاض النضره ص ، تکریم المومنین ص ٥٨، از نواب صدیق حسن بھوپالوی غیر مقلد، جمال

الاولیاء، ص ۷۰، از اشرفعلی تھانوی دیوبندی)

دعوت غور وفکر:

اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان کا یہ عالم ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آقا ومولی، پوری کائنات کے ملجا وماوی بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار وتاجدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان، رفعت ومقام اور قدرت واختیار کا عالم کیا ہوگا؟......

؎ چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایہ ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمتگاروں کی، سرکار کا عالم کیا ہوگا

ابراہیمی دور کی قربانیاں:

کان الناس علی عهد ابراهیم یذبحون الذبائح ثم یحرقونها۔

(دائرۃ المعارف القرن العشرین ج ۷، ص ۳۶۷)

ترجمہ: زمانہ ابراہیمی میں لوگ قربانیاں ذبح کر کے انہیں جلادیتے تھے۔

نمرود کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرودیوں کو سمجھایا اور احکام خداوندی کی طرف بلایا، تو وہ لوگ آپ کی بات ماننے کی بجائے آپ کے دشمن ہوگئے اور آپ کو جلانے کا ناپاک ارادہ کر بیٹھے۔ انہوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے آپ کو شعلہ فشاں آگ میں جھونک دیا۔ لیکن قدرت نے آگ کو آپ پر گل وگلزار بنادیا اور آپ اس سے صحیح وسالم باہر تشریف لے آئے۔ نمرود نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے

لگا: میں نے آپ کے رب کی قدرت وعظمت کا جو مظاہرہ دیکھا ہے اس کے پیش نظر میں اس کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

جب تک تو اپنے دین پر قائم ہے، میرا خدا تیری قربانی قبول نہیں فرمائے گا۔

نمرود نے اپنے باطل دین کو تو نہ چھوڑا لیکن چار ہزار گائیوں کی قربانی پیش کردی۔

(الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۱۰۰، لابن اثیر)

مشرکین کی قربانیاں:

مشرکین عرب کی قربانی کے کئی طریقے تھے۔

۱......اپنے بتوں کے ناموں پر جانور ذبح کرتے اور ذبح کرتے وقت یوں کہتے:

بسم اللات، بسم المنات...... وغیرہ۔ (عامہ کتب تفسیر)

۲......انہوں نے اپنے بت کعبے میں نصب کر رکھے تھے اور کعبہ کے اردگرد چند اور پتھر سجا رکھے تھے۔ ان کے پاس اپنے بتوں کا تقرب بطور عبادت حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے، ان جانوروں کے خون اور گوشت بھی ان پر رکھ چھوڑتے، اور خیال کرتے کہ جب تک ایسا نہ کیا جائے ہماری قربانی مقبول نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۵ ودیگر)

قرآن مجید میں ان کے اس عمل کا ذکر متعدد مقامات پر موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وما ذبح علی النصب ......الآیہ (المائدہ، ۳)

یعنی جو جانور، نصب کئے گئے پتھروں پر ذبح کئے جائیں، وہ بھی حرام ہیں۔

۳......کفار مکہ فصلوں اور مویشیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ اپنے شریکوں اور بتوں کے لیے الگ کرتے، پھر اس میں دیکھتے اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ کا پھل زیادہ ہوتا یا جانور موٹا تازہ ہوتا، تو اسے بتوں کی طرف منتقل کر دیتے اور اگر بتوں کا حصہ اچھا ہوتا، تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے حصے کو غریبوں، مسکینوں اور مہمانوں کے لیے خرچ کرتے، جب کہ بتوں اور شریکوں کے حصہ کو صرف ان کے پجاریوں پر صرف کرتے تھے۔ ان کے اس عمل کا ذکر درج ذیل آیت قرآنی میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام نصیباً فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکآئنا فما کان لشرکآئھم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم سآء مایحکمون (الانعام، ۱۳۶)

یعنی انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کرلیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے، سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے، وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے، وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

فائدہ: واضح رہے کہ بعض کم فہم، بے عقل اور لاشعور لوگ اپنے خبث باطن کی وجہ سے مشرکین مکہ کی ان باتوں کو اہلسنت کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور جھوٹا شور وغل کرتے ہیں حالانکہ مشرکوں اور سنی مسلمانوں کے عقائد واعمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جس کی تفصیل کتب اہلسنت میں موجود ہے۔

مشرکین کی دو مشہور قربانیاں:

فرع وعتیرہ کفار مکہ کی دو مشہور قربانیاں تھیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱......فرع: اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جنہیں کفار اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرتے تھے۔

۲......عتیرہ: وہ جانور جسے کفار، رجب کے پہلے عشرہ میں اپنے باطل معبودوں کے لیے ذبح کرتے تھے، اس کو "رجبیہ" بھی کہتے تھے۔

(مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، ۱۶۰ مع نووی، ابوداود ج ۲ ص ۳۵، مشکوٰۃ ص ۱۲۹ مع حاشیہ)

اسلام کے ماننے والوں کو ابتدائی دور میں اس فرع اور عتیرہ کی رخصت دی گئی تھی، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، اسے خود بھی کھانا جائز اور دوسروں کو کھلانا بھی درست تھا احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعد میں اس قربانی سے روک دیا گیا تھا۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لا فرع ولا عتیرۃ۔

(ابوداود ج ۲ ص ۳۵، مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، واللفظ لہ، مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرع اور عتیرہ کوئی چیز نہیں۔

جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ منع کی احادیث، جواز کی احادیث کی ناسخ ہیں، اب یہ عمل منسوخ ہو چکا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۲۹، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۹، مرقاۃ ج ۳ ص ۳۱۵، نووی بر مسلم ج ۲ ص ۱۶۰)

ہرامت کے لیے قربانی:

ارشادباری تعالیٰ ہے:

ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی مارزقهم من بهیمة الانعام (الحج،٣٤)

ترجمہ:اور ہرامت کے لیے ہم نے مقرر فرمائی ہے ایک قربانی تاکہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کا اسم (پاک)، ان بے زبان جانوروں پر، ذبح کے وقت، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جتنی بھی ہدایت یافتہ امتیں گزری ہیں، ان کی طرف جو نبی (علیہ السلام) اور رسول (علیہ السلام) تشریف لاتے تھے۔ان کے وسیلے سے امتوں تک یہ حکم پہنچتا رہا ہے کہ ذکر خداوندی کے لیے جانوروں کی قربانی پیش کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قربانی:

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی قربانی کا عام رواج تھا۔

چنانچہ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

وبنی نوح مذبحاً قرب فیه الی الله حیوانات کثیرة

(دائرة المعارف القرن العشرین ج۷ص۷۳۶)

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ذبح خانہ (کمیلہ) بنا رکھا تھا جس میں آپ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جانور قربانی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریباً پوری مبارک زندگی ابتلاء وامتحان میں گزری۔ اورآپ نے آزمائش کی بڑی بڑی کٹھن اور دشوار گزار وادیوں کو عبور کیا، رضائے خداوندی کے پیش نظر اعزہ واقارب، خاندان اور برادری سے قطع تعلق کیا اور وقت کے سب سے بڑے جابر بادشاہ نمرود کے ساتھ مقابلہ ومباحثہ کیا۔

نتیجتاً اعلان حق کی پاداش میں آتشکدۂ نمرود میں جھونک دیئے گئے۔بعد ازیں آپ وطن مالوف بابل کو چھوڑ کر ملک شام کو سدھار گئے، مگر قدم قدم پر صبر ورضامندی، تحمل وبردباری کا اظہار فرمایا۔ثابت قدمی، خندہ پیشانی اور جوانمردی سے ان کا سامنا کیا۔آخرکار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ

بڑھاپے کی تمناؤں کا مرکز، دعاؤں اور آرزوؤں کا ثمر، نور نظر اور سرور قلب وجگر، اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا بھی حکم مل گیا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپ نے ملک شام پہنچ کر بارگاہ ربوبیت میں پوری الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعا مانگی:رب هب لی من الصالحین۔ (الصافات،١٠٠)

میرے رب! مجھے ایک نیک بچہ عطا فرمادے

اللہ تعالیٰ نے دعائے ابراہیمی کو شرف قبول عطا فرمایا اور بشارت سنادی کہ اے ابراہیم! ہم تجھے ایسا بیٹا عنایت کریں گے جو حلم وحوصلے کا پیکر ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:فبشرناه بغلام حلیم۔(الصافات،١٠١)

پس ہم نے انہیں حلیم بیٹے کی خوشخبری دی۔

یہ بشارت اس وقت پوری ہوئی جب آپ کی عمر مبارک تقریباً چھیاسی (۸۶) سال تک پہنچ چکی تھی۔ بڑھاپے کے عالم میں اس بیٹے کا ملنا کوئی کم خوشی نہیں رکھتا تھا۔

مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام جب اپنی عمر کے تیرہ چودہ سال کو پہنچے تو ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سو رہے تھے، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ابراہیم! میری راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ خواب سے جب بیدار ہوئے تو غور وفکر کرنے لگے کہ یہ حکم کیسا ہے؟ اور کس کی طرف سے ہے؟ رحمان کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف ہے۔ سارا دن اسی سوچ وبچار میں گزر گیا۔ پھر رات آگئی، بستر پر محو خواب ہوئے تو پھر وہی منظر ہے، وہی مطالبہ ہے، ابراہیم! اپنے بیٹے کو میرے راستے میں قربان کر دو۔ دوسری صبح بیدار ہوئے، کافی سوچ وبچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ حکم شیطان کی طرف سے نہیں بلکہ رب رحمان کی طرف سے ہی ہے۔ میرا اللہ مجھ سے میرے بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اور رؤیا الانبیاء وحی۔ (بخاری ج ا ص ۲۵)

انبیاء کرام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ جب تیسری رات بھی یہ مطالبہ ہوا تو پھر کیا تھا۔ فداکاری، جاں نثاری اور وفاکیشی کے پیکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام فوراً اپنے لخت جگر اور نور نظر کو فرمان الٰہی کے مطابق قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک بچہ دے کر مولا کریم کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا سستا ہے۔ لہٰذا دونوں باپ بیٹا صبح سویرے ہی گھر سے روانہ ہو گئے۔ ابھی راہ میں جا رہے تھے کہ ابلیس نے دیکھ لیا، آگ بگولہ ہو گیا۔ سٹپٹا گیا۔ اور کہنے لگا آج تک ابراہیم نے ہر میدان میں مجھے نقصان اور خسارہ ہی دیا اور مجھے زخم پہ زخم لگایا ہے۔ آج اگر اس کا بنا بنایا کھیل بگاڑ کر نہ رکھ دوں، تو میرا نام بھی ابلیس نہیں۔ بڑی ہمت اور حوصلہ کر کے دوڑتا ہوا آپ

کے گھر پہنچا۔ حضرت ہاجرہ سے پوچھنے لگا۔ آپ کے شوہر کدھر ہیں اور ننھا اسماعیل بھی دکھائی نہیں دے رہا؟ آپ نے فرمایا: دونوں باپ بیٹا سیر وتفریح کے لیے باہر گئے ہیں۔ کہنے لگا نہیں، نہیں۔ ابراہیم تو تیرے نور نظر کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔ جلدی سے اٹھو اور اپنے بیٹے کو ذبح ہونے سے بچالو! ورنہ چند لمحوں کے بعد تجھے اسماعیل نہیں، اس کی مردہ لاش ملے گی۔ پھر تم سدا پچھتاتی رہو گی۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ بھلا وہ اسے ذبح کیسے کر سکتے ہیں؟ نکلو یہاں سے کذاب! تم ابلیس معلوم ہوتے ہو۔ ابلیس کے منہ سے نکل گیا کہ ان کا خیال ہے کہ انہیں یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ الفاظ سنے تو فرمایا: ظالم! جب خدا کا یہی حکم ہے تو پھر تو کون ہے درمیان میں آنے والا؟ ایک نہیں، اس جیسے ہزاروں اسماعیل بھی ہوں، تو ہم اپنے معبود حقیقی کے اشارے پر قربان کر دیں گے۔ ماں کا دل بہت نرم ہوتا ہے، اس لیے یہاں ابلیس کو کامل یقین تھا کہ کامیاب ہو جاؤں گا اور ابراہیم کو اس امتحان میں ناکام کر دونگا، لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی۔ ناکام ہو کر پلٹا۔ ایک اور حیلہ تلاش کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آگیا اور انہیں بہکانے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں پر بھی ذلت اور شرمندگی اٹھانا پڑی۔ اس کے ناپاک عزائم کو زبردست ٹھیس پہنچی۔ لیکن ظالم نے ہمت نہ ہاری۔ ٹوٹا ہوا دل تھام کر ایک آخری حملہ بھی کر دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے الجھ پڑا۔

اے ابراہیم! اتنے دانا اور عقلمند ہو کر بھی بچے کو ذبح کرنے چلے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ بڑھاپے میں ایک بچہ ملا۔ وہ بھی اتنا

حسین وجمیل جسے دیکھ کر چاند بھی شرما جاتا ہے۔اس کو ذبح کررہے ہو۔ ابراہیم! ہوش کرو۔تمہاری نسل مٹ جائے گی۔تمہارا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔اور یہ جو خواب خواب کی رٹ لگا رکھی ہے ضروری نہیں کہ یہ حکم خداوندی ہی ہو،وسوسہ شیطانی بھی ہوسکتا ہے۔لہٰذا بیٹے کو بچالو! اسے ذبح کرنے سے باز آجاؤ۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے تو فوراً بھانپ گئے کہ یہ ابلیس ہی ہوسکتا ہے۔اسی وقت ایک فرشتہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یہ شیطان ہے،اسے کنکریاں ماریں!۔آپ نے فوراً زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں اور اسے دے ماریں۔اور تین دفعہ ایسا ہی سلوک کیا۔ایک دفعہ جمرہ عقبہ پر دوسری مرتبہ جمرہ وسطیٰ پر اور تیسری مرتبہ جمرہ کبریٰ پر۔اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حج کے لیے آنے والوں کو حکم دے دیا کہ مجھے ابراہیمی ادا اپنا کے دکھاؤ۔جہاں اس نے کنکریاں ماریں،تم بھی وہاں کنکریاں مارو آج ان تینوں مقامات پر بڑے بڑے تین نشانات موجود ہیں اور وہاں پر حجاج کرام رمی جمار کر کے ابراہیمی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔

شیطان کی فریب کاریاں نہ تو حضرت ہاجرہ پر اثر انداز ہوئیں، نہ حضرت اسماعیل کے قدموں کو متزلزل کر سکیں اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ارادے کو بدل سکیں۔دونوں باپ بیٹا جارہے ہیں۔بیٹا باپ کے پیچھے پیچھے ہے۔ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ ابا جان! کہیں یہ ابلیس درست تو نہیں کہتا؟ کیا پروگرام ہے آپ کا؟ الولد سر لابیہ، بیٹا باپ کا مظہر ہوتا ہے۔آپ کی صحبت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جذبۂ تسلیم ورضا اور ذوقِ جاں فروشی سے خوب آشنا کر دیا تھا...... بقول اقبال

؎ یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

جب دونوں باپ بیٹا، مقام منیٰ کی پہاڑی کے قریب پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نورِ نظر کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا فرمایا: یٰبنیّ انی ارٰی فی المنام انّی اذبحک فانظر ماذا ترٰی (الصافات،۱۰۲)

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں خود کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔اب بتا تیری رضا کیا ہے؟

بیٹا جو کہ تسلیم ورضا کا پیکر تھا، باپ کی بات سن کر عرض گزار ہوا:

یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنیٓ ان شآء اللہ من الصابرین (ایضاً)

میرے پدر بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

مزید عرض کیا ابا جان! ذبح کرنے سے قبل مجھے اچھی طرح باندھ لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بے خبری میں اپنے اعضاء ہلا بیٹھوں اور آپ کے جسم مقدس اور پاکیزہ لباس پر میرے خون کے چھینٹے پڑ جائیں، اس لیے اپنے کپڑے سمیٹ لیں، چھری کو اچھی طرح تیز فرمالیں اور تیزی سے میرے حلق کو کاٹ دیں تا کہ مجھ پر آسانی ہو جائے، کیونکہ موت ایک شدید چیز ہے۔اور میری امی کو میرا اسلام عرض کرنا اور اگر ہو سکے تو، میری قمیض میری والدہ کو لوٹا دینا تا کہ وہ اس سے اپنے زخمی دل کو سکون پہنچا سکیں بیٹے کی یہ ہمت افزا اور قابلِ تحسین ومسرت وصیتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خوشی سے پھولے نہ سمائے۔بیٹے کو دعائیں دینے لگے اور فرمایا:

نعم العون انت یا بنیّ علیٰ امر اللہ (تفسیر کبیر جز۲۵،ص۱۵۸)

بیٹا!.....تو نے یہ الفاظ کہہ کر خدا کا حکم پورا کرنے میں میری بہت خوب مدد کر دی۔ کامیابی کی منزل تک پہنچنے میں تو میرا بہترین مددگار ثابت ہوا ہے۔فرطِ محبت سے آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا منہ چوم لیا، اس حال میں کہ آپ نے ان کو باندھا تھا، دونوں کی آنکھوں سے (خوشی کے) آنسو جاری تھے، جب چھری کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نازک حلق پر رکھا، تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً ایک اور عرض داشت پیش کی: ابا جان!.....آپ میرے چہرے پر کپڑا ڈال لیں کہیں آپ کا ہاتھ میری محبت کی وجہ سے رک نہ جائے اور میں مقامِ مقبولیت سے محروم رہ جاؤں۔بیٹا اپنی دردناک وصیتیں پیش کر چکا اور باپ نے جب انہیں پورا کرنے کا مکمل یقین دلایا تو.....بقول حفیظ جالندھری:

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا
بچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پر رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا
زمین سہمی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بے چارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا حیرت کا یہ نظارہ

چشمِ فلک نے ایسا منظر نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ دیکھے گی۔باپ نے تیزی سے معصوم بیٹے کی نازک گردن پر چھری پھیرنا شروع کی۔کہ یکلخت عالمِ بالا سے صدائیں آنے لگیں:

بس!.....بس!.....یاابراھیم قد صدقت الرؤیا (الصّٰفّٰت،۱۰۵)

ترجمہ: اے ابراہیم! (بس ہاتھ روک لو) بیشک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پکار کو سنا۔جب نظر اٹھائی تو سامنے دنبہ موجود تھا۔آپ پہاڑی سے نیچے اترے اور میدان منیٰ میں آکر اس دنبہ کو ذبح فرما دیا۔اور رہتی دنیا تک اپنی حسین یادگار قائم فرما دی۔

واضح رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں وہ دنبہ بھیجا گیا تھا جو حضرت ہابیل نے قربانی کیا تھا۔جب کہ بعض کے نزدیک وہ دنبہ پیش کیا گیا جو چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا تھا۔(تفسیر خازن ج۴ص۲۲، تفسیر روح المعانی ج۱۲ جز۲۳ص۱۳۱، تفسیر کبیر جز۲۵ص۱۵۳تا۱۵۸، تفسیر قرطبی ج۸ جز۱۵ص۱۰۲، تفسیر ابن کثیر ج۲ص۵۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس مینڈھے کا سر اپنے دونوں سینگوں سمیت میزاب کعبہ میں خشک لٹکا ہوا تھا۔(تفسیر ابن کثیر ج۵ص۳۵۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قربانی:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میرا گھر بیت المقدس تعمیر کرو۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دور مبارک میں اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔عمر کا آخری حصہ تھا اور انہیں اس کے متعلق زبردست احساس اور فکر تھی کہ میں خانۂ خدا کی تکمیل نہیں کر سکا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا: تم پریشان نہ ہو! میں تیرے بیٹے سلیمان سے اس کی تعمیر مکمل کراؤں گا۔سو آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ امر سونپا گیا۔آپ نے اس کی تعمیر کو تکمیل کی منزل تک پہنچایا۔جب تعمیر مکمل ہو گئی تو

قرب القرابين وذبح الذبائح وجمع بني اسرائيل (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰)

ترجمہ: اس وقت بنی اسرائیل کو جمع کیا، جانور ذبح کیے گئے اور خدا کی بارگاہ میں (شکرانے کے طور پر) قربانیاں پیش کی گئیں۔

❁...... جب ہیکل سلیمانی تیار کی گئی تو اس وقت بھی قربانی پیش کی گئی تھی اور یہ قربانی پیش کرنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہیکل تیار کی تو قربانیاں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷، ص ۹۲۰)

بنو اسرائیل کی قربانی:

بنو اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال نہیں کیا تھا۔ اس لیے وہ لوگ جب کوئی جنگ یا جہاد کرتے تو مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہونے والا مال و دولت سیم و زر اور جانور وغیرہ ایک جگہ پر لا کر رکھ دیئے جاتے۔ اور اسی طرح جب کوئی شخص قربانی دینا چاہتا تھا تو اس کا طریقہ کار بھی یوں تھا کہ وہ نفیس ترین گندم یا محبوب ترین دنبہ وغیرہ کسی کمرے میں لا کر رکھ دیتے، جس کی چھت کھلی ہوتی، اس وقت کے نبی علیہ السلام کمرے کے اندر تشریف فرما ہوتے اور بنی اسرائیل کمرے سے باہر ارد گرد کھڑے ہوتے، وہ نبی علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوتے اور دعا و التجاء فرماتے۔ خدا تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا اور آسمان سے آگ اترتی، جس میں دھواں وغیرہ نہیں ہوتا تھا، صرف کڑک کی آواز سنائی دیتی، وہ آگ اس مال غنیمت یا قربانی اور گندم کے ڈھیر کو جلا کر راکھ بنا دیتی۔ آگ کا اس قربانی کو جلانا، یہ قبولیت کی علامت ہوتی تھی اور اگر آگ اس قربانی کو

نہ جلاتی تو یہ عدم قبولیت کی نشانی ہوا کرتی تھی۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۲۱، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۱۱، تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۸)

نوٹ: یہ مضمون بخاری ج ۱ ص ۴۴۰ اور مسلم ج ۲ ص ۸۵ مع النووی پر بھی موجود ہے۔

یاد رہے حضور اکرم ﷺ کی برکت و توسل سے اہل اسلام پر مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ...... احلت لي الغنائم ولم تحل لاحد قبلي۔

(بخاری ج ۱ ص ۶۲، مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ واللفظ لہ)

میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے قبل وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا۔

مزید دیکھیے! بخاری جلد اول ص ۴۴۰ کتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ احلت لكم الغنائم ...... الخ، مسلم جلد ثاني ص ۸۵، كتاب الجهاد والسير، باب تحليل الغنائم لهذه الامة خاصة. مع النووی۔

یہودیوں کی قربانی:

یہودیوں کے ہاں قربانیوں کی کئی قسمیں تھیں مگر اہم اور عام مروج یہ پانچ طریقے تھے: سوختنی قربانی، نذر کی قربانی، سلامتی کا ذبیحہ، خطا کی قربانی، جرم کی قربانی۔

انہوں نے ہر شخص کے لیے ایک قربانی کو مخصوص کر رکھا تھا۔ مثلاً:

شاہی قربانی کے لیے بیل، عام قربانی کے لیے بھیڑ اور بکری، غریب آدمی کے لیے فاختہ یا جوان کبوتر اور مفلس کے لیے جو کی روٹی۔ یہ قربانیاں مسیح کے عرفان کے مختلف درجوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ (ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ شمارہ مئی ۱۹۹۵ء)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قربانی:

عرب کے عام باشندے، اپنی قربانی بتوں کے نام پر کرتے تھے۔لیکن حضور ﷺ کے سلسلۂ نسب سے تعلق رکھنے والے افراد و احباب چونکہ مومن و موحد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے اس لیے ان کی قربانی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتی۔جیسا کہ کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے:

حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کیے وہ سب جواں ہمت اور صحت مند ہوئے تو میں ایک بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کردوں گا۔خدا کا کرنا ایسے ہی ہوا کہ حضرت عبدالمطلب کو گوہرِ مراد حاصل ہوگیا۔جب سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ کی عمر تقریباً اٹھارہ بیس سال کی ہوگئی تو آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا اور اپنی مانی ہوئی نذر کا قصہ سنایا۔سب بیٹوں نے عرض کیا ہماری جانیں حاضر ہیں۔جسے آپ چاہتے ہیں قربان کرلیں۔چنانچہ آپ خوشی خوشی اٹھے اور بیت اللہ شریف میں فال نکالنے والے آدمی کے پاس چلے گئے۔تاکہ وہ فال نکالے اور جس کے نام قرعہ نکلے اسے راہ خدا میں قربان کردیا جائے۔اتفاق سے قرعۂ فال حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔حضرت عبداللہ سب سے پیارے بھی تھے اور حسن و جمال کے پیکر بھی، لیکن آپ کے دل میں ذرا نرمی پیدا نہ ہوئی کیونکہ معاملہ حضرت عبدالمطلب اور خدا تعالیٰ کا تھا۔چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے چھری پکڑ لی، آستینیں چڑھالیں اور حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔جونہی سردارانِ قریش کو معلوم ہوا وہ دوڑے دوڑے آئے اور کہنے لگے عبدالمطلب! یہ کیا کرنے لگے

ہو۔اپنے نورِ نظر، لختِ جگر اور چاند سے زیادہ حسین بیٹے کو ذبح کرنے لگے ہو۔نہیں نہیں۔ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔آپ نے فرمایا یہ معاملہ میرا اور میرے پروردگار کا ہے۔تم کون ہو اس میں دخل دینے والے؟۔انہوں نے منت، سماجت شروع کردی۔آخرکار بات یہ طے ہوئی کہ حجاز کی سجاح نامی عرافہ کے پاس جاؤ وہ جو فیصلہ کرے گی اس کو سب تسلیم کریں گے۔چنانچہ اس نے ایک دن کی مہلت کے بعد قریش سے پوچھا: تمہارے ہاں مقتول کی دیت کیا ہے؟ انہوں نے کہا دس اونٹ۔تو وہ کہنے لگی: تم واپس چلے جاؤ۔ایک طرف دس اونٹ کھڑے کردینا اور دوسری طرف عبداللہ۔پھر فال نکالنا۔اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو ان کو ذبح کردینا تمہاری منت پوری ہوجائے گی۔اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا، تو پھر دس دس اونٹ بڑھاتے جانا۔جب اونٹوں کے نام قرعہ نکلے گا تو انہیں ذبح کردینا تمہاری نذر پوری ہوجائے گی۔چنانچہ قافلہ یہ فیصلہ لے کر واپس مکہ پہنچ گیا اور عرافہ کی ہدایت کے مطابق قرعہ نکالنے کا سلسلہ شروع کردیا، قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نہ نکلا، تو وہ دس دس، اونٹ بڑھاتے رہے۔حتیٰ کہ سو اونٹوں تک پہنچے۔اس وقت قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔حضرت عبدالمطلب نے فرمایا تین بار قرعہ اندازی کرو۔اگر تینوں بار قرعہ، اونٹوں کے نام نکلا تو تسلیم کروں گا، ورنہ نہیں، کائناتِ عالم کی خوش نصیبی کہ تینوں بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔چنانچہ وہ سو اونٹ ذبح کردیے گئے اور اذنِ عام دے دیا گیا کہ ان کے گوشت کو جو چاہے جتنا چاہے لے جائے، کسی کو روکا نہ جائے یہاں تک کہ کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی ان کا گوشت کھانے سے منع نہ کیا جائے۔

(سیرۃ نبویہ لابن کثیر ج۱ص۱۷۴، ۱۷۵، البدیۃ والنہایۃ ج۱ص۳۸۹ دار ابن حزم، سیرۃ نبویہ لابن

ہشام ص ۱۸۸ تا ۱۹۲، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶، شرح مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹۰ تا ۹۶، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۳، تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۱۵۳، مختصر سیرۃ الرسول ص ۵۱، اردو از عبداللہ نجدی وغیرہ)

حضرت عبداللہ کی قربانی کا ذکر زبانِ رسالت پر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی (دیہاتی) حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے ان الفاظ سے سلام کیا:

السلام علیك یاابن الذبیحین

ترجمہ: اے دو ذبیحوں کے بیٹے! آپ پر سلام ہو۔

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶، شرح مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۹۷، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۲، تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۱۵۳)

حضور ﷺ اس کا یہ سلام سن کر مسکرائے اور کوئی اعتراض نہ کیا، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضور! وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد حضرت عبداللہ ہیں، کیونکہ انہیں بھی اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا تو سو اونٹ آپ کے بدلے میں ذبح کئے گئے لہٰذا وہ بھی ذبیح اللہ ہیں۔ اس مضمون کا ذکر حافظ ابن کثیر نے بھی حدیث غریب میں کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۵۷)

❁...... حضور ﷺ خود بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے:

انا ابن الذبیحین (تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۱۵۳، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶، مختصر سیرۃ الرسول ص ۵۱، اردو)

ترجمہ: میں (خدا کے نام پر قربان ہونے والے) دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

دعوتِ فکر:

مقامِ غور و فکر ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کتنے ناز سے اپنی نسبت اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف فرما رہے ہیں کہ دنیا والو، دیکھ لو! میں اسی ہستی کا بیٹا ہوں جسے ذبیح اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس انداز اور اسلوب سے یہ بات روزِ روشن کی طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کے دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب اور والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما موحد اور خدا پرست تھے اور یہ قربانی خدا کے نام پر ہوئی تھی۔ اگر یہ قربانی بتوں یا باطل معبودوں کے نام پر ہوتی تو حضور ﷺ اس قربانی کا ذکر اس انداز سے ہرگز نہ فرماتے۔

ان نادانوں کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیئے جو حضور ﷺ کے آباء و اجداد کو سرے سے مسلمان اور موحد ہی نہیں مانتے بلکہ الٹا کافر اور مشرک گردانتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ دیگر دلائل سے قطع نظر آپ کے والد کا نام عبداللہ (اللہ کا بندہ) اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ وہ اللہ کو ماننے والے تھے، ورنہ یہ اسلامی نام ہرگز نہ رکھتے۔

اور یہ کتنی تعجب خیز ہے بات کہ ساری دنیا کو دولتِ ایمان تقسیم کرنے والے آقا ﷺ کے والدین اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہ جائیں۔ حالانکہ اسلام، ایمان، جنت اور خدا کی رحمت تو ان کے گھر کی چیزیں ہیں۔

ع اہلِ گلشن کے لیے بھی ہے بابِ گلشن بند
اس قدر کم ظرف باغبان دیکھا نہیں کوئی



باب نمبر۲

اسلام کا تصورِ قربانی

واضح رہے کہ اسلام کا تصورِ قربانی سب اقوام سے عمدہ، پاکیزہ، اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسلام کے نزدیک قربانی کا مقصد عیش وطرب، خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض جانور کا خون بہانا نہیں، بلکہ اسلام نے اپنے متعلقین ومنسلکین کو قربانی کی صورت میں رضائے خداوخوشنودیٔ مصطفی (عزوجل، علیہ التحیۃ والثناء) کے حصول کا بہترین طریقہ اور نفیس ترین سلیقہ سکھا دیا اور اسلام و بانی اسلام ﷺ پر اپنا تن، من، دھن نثار کرنے کا عمدہ ذریعہ بتادیا، جس کے واسطے سے مسلمانوں کے دلوں میں خداعزوجل کی عظمت اور حبیب خدا ﷺ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ خلوص اور ایثار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ مخلوق پروری، بندہ نوازی، غمگساری اور ہمدردی کا ولولہ بیدار ہوتا ہے۔ گویا قربانی کا مقصد خدا کو منانا، سنت نبوی کو اپنانا، طریقہ ابراہیمی کو بجالانا اور شیطانی قوتوں کو خائب وخاسر بنانا ہے۔

قربانی حکم خداوندی ہے

درج ذیل آیات بینات میں قربانی کی حقیقت پر واضح ارشادات موجود ہیں۔

❁ ..... ارشاد باری تعالیٰ ہے

لکل امة جعلنا منسگا لیذکروااسم الله علی مارزقهم من بهیمة الانعام۔ (الحج، ۳۴)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تاکہ وہ ان جانوروں کو اللہ جل جلالہ کا نام لے کر ذبح کریں جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف سے عنائت ہوئے ہیں۔

اس آیت مبارک میں واضح طور پر فرمایا دیا گیا کہ قربانی کا مقصد عیش وعشرت نہیں، اللہ کا ذکر وعبادت ہے۔ اور یہی مقصد، امت محمدیہ کے علاوہ تمام امتوں کو باور کرایا گیا۔

❁ ..... دوسرے مقام پر اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے آخری نبی، حضرت رسول مکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا:

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین

ترجمہ: (محبوب!) کہہ دو! میری نماز، میری قربانی اور میری زندگی اور میری وفات (سب) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پرودگار ہے۔ (الانعام، ۱۶۲)

❁ ..... ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کو یوں حکم فرمایا:

فصل لربك وانحر (الکوثر،۲)

ترجمہ: سو اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

❁ ..... درجہ بالا آیات مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت، پوست، کھال اور بال کی حاجت ہے......؟ تو اس کا جواب درج ذیل آیت میں ارشاد فرمایا:

لن ینال الله لحومها ولا دمآؤها ولکن یناله التقویٰ منکم (الحج،۳۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ان (جانوروں) کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، البتہ تمہاری طرف سے اس کی بارگاہ میں تقویٰ پہنچتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں تقویٰ کا ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ قربانی کے بارے میں تمہارا اخلوص اور تقویٰ دیکھا جائے گا۔ دل میں خلوص اور عمل میں تقویٰ کا رنگ جتنا زیادہ ہوگا، بارگاہِ ربوبیت میں قبولیت کا شرف اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا۔ لہٰذا اخلوص اور تقویٰ کے متعلق ہر ممکن کوشش کرتا کہ شرف قبول حاصل ہو۔

❁.....قربانی کے گوشت کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس کا گوشت صرف اپنے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان مسکینوں کو بھی کھلایا جائے جو قناعت کی چادر اوڑھے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ نہ کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ان سائلوں کو بھی نوازا جائے جو تمہارے پاس مانگنے آتے ہیں ۔اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر (الحج،۳۶)

ترجمہ: تو ان (قربانیوں) سے خود بھی کھاؤ اور قناعت کرنے والے فقیر اور بھیک مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

قربانی سنتِ ابراہیمی ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وترکنا علیه فی الآخرین (الصافات،۱۰۸)

ترجمہ: یعنی ہم نے اس یادگار کو بعد والوں میں بھی رکھا ہے۔

احادیث مبارکہ میں قربانی کو اس حوالے سے بھی متعارف کرایا گیا ہے کہ یہ سنت ابراہیمی ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال اصحاب رسول الله ﷺ یارسول الله ماهذه الاضاحی؟ قال سنة ابیکم ابراهیم۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴، وقال الحاکم صحیح الاسناد، مشکوۃ ص ۱۲۹)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ سے قربانی کے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

گویا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہم قربانی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار قائم کیے ہوئے ہیں۔

ضروری وضاحت:

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ اسلام بزرگوں کی یادگاریں ختم کرانے نہیں آیا بلکہ انہیں قائم رکھنے کے لیے آیا ہے۔ لہٰذا اپنے نیک بزرگوں کی یادیں منانی چاہییں۔ وہ لوگ جو خوفِ خدا اور شرمِ نبی سے عاری ہو کر بزرگوں کی یادیں منانے والے مسلمانوں پر کفر وشرک اور بدعت وگمراہی کے فتوے جڑتے ہیں انہیں اس فتویٰ بازی کے ذوق سے باز آجانا چاہیے، کیونکہ اسلامی معمولات کا اکثر وبیشتر حصہ کسی نہ کسی نبی، رسول (علیہ السلام) یا صحابی (رضی اللہ عنہ) کی یاد سے ہی وابستہ

ہے۔لہٰذا ان یادوں کو منانا شرک نہیں، عشق ہے، بدعت نہیں، سراسر محبت ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ عربی میں لفظ ''اب'' صرف حقیقی باپ کے لیے نہیں بولا جاتا بلکہ اس کا استعمال دادا، چچا اور کسی بڑے بزرگ کے لیے بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا ''اب'' (باپ) کہا گیا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمانوں کے حقیقی باپ نہیں بلکہ اکابر اور بزرگوں میں سے ہیں۔ اس پر قرآن وحدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں۔

قربانی سنت مصطفوی ہے:

قربانی جہاں ابراہیمی یادگار ہے، وہاں سنت حبیب پروردگار بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲ واللفظ لہ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں دس سال قربانی کرتے رہے۔

❁ ...... سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے دن ارشاد فرمایا:

ان اول ما نبدأ به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

ہم اپنے آج کے دن کی ابتداء یوں کریں گے کہ نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے، پس جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

❁ ...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یذبح وینحر بالمصلی۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ واللفظ لہ، نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۷، ۱۲۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں (جانوروں کو) ذبح اور نحر کرتے تھے۔

عیدگاہ میں قربانی کرنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی تھی کہ عید کے موقع پر آنے والے عظیم اسلامی اجتماع کو اس مبارک عمل کا علم ہوسکے اور وہ اس کا طریقہ بھی جان لیں۔

❁ ...... سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضحّٰی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحهما بیده وسمی وکبر (بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ۱۵۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۹ واللفظ لہ، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمائے اور بسم اللہ اور اللہ اکبر کہا۔

مندرجہ بالا حقائق سے قربانی کی حقیقت خوب نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ قربانی سے مقصود رضائے خداوندی کا حصول ہے، قربانی کے ان مقاصد ومطالب کے پیش نظر کوئی مسلمان بھی قربانی کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں کرسکتا۔



باب نمبر ۳

اسلامی دور کی چند قربانیاں

گذشتہ صفحات میں انسانِ اول، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزمان نبی، حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تک کی قربانیوں کا ذکر گزرا ہے۔ آئندہ صفحات میں دور اسلام کی چند قربانیوں کا ذکر مقصود ہے، جس میں بانی اسلام، حضرت رسول اکرم ﷺ کی قربانیوں اور آپ کے متبعین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کا تذکرہ ہوگا۔

بانی اسلام ﷺ کی قربانیاں:

بانی اسلام حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے غلاموں و جان نثاروں کو قربانی کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ خود عملی طور پر قربانی کر کے بھی دکھائی ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ حدیث پاک گزری ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں دس سال متواتر قربانی فرمائی۔ اس کے علاوہ صلح حدیبیہ اور حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر بھی بانی اسلام حضرت رسول مکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قربانیاں فرمائی ہیں۔ آپ نے ان مختلف اوقات میں مینڈھوں، بکریوں، گائیوں اور اونٹوں کو ذبح فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان یضحی بالمدینۃ بالجزور احیاناً وبالکبش اذالم یجد جزوراً۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۲)

یعنی نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں کبھی تو اونٹ کی قربانی دیتے اور جب اونٹ نہ ملتا تو مینڈھے کی قربانی فرماتے تھے۔

مینڈھوں کی قربانی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضحی رسول اللہ ﷺ بکبش اقرن فحیل یاکل فی سواد ویمشی فی سواد وینظر فی سواد (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، ابن ماجہ ص ۲۳۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے سینگوں والے، موٹے تازے مینڈھے کی قربانی فرمائی، اس کا منہ، پاؤں اور آنکھیں سیاہ تھیں۔

❁...... حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ذبح کے دن دو سینگوں والے چتکبرے، خصی مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۰۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ واللفظ لہ، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

❁...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ ﷺ انکفأ الی کبشین اقرنین املحین فذبحھما بیدہ
(بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۷)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، تو آپ نے انہیں اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا۔

❁...... سیدنا انس رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

کان النبی ﷺ یضحی بکبشین وانا اضحی۔ (بخاری ج۲ ص ۸۳۳)

نبی کریم ﷺ دو مینڈھے قربانی دیتے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی دیتا ہوں۔

❁......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم فرمایا، جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ چنانچہ قربانی کے لیے ایسا مینڈھا لایا گیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس کو پتھر سے تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا۔ پھر آپ نے چھری لی واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہٗ......الحدیث

ترجمہ: اور آپ نے مینڈھے کو پکڑ کر پہلو کے بل لٹایا اور اسے ذبح کر دیا۔

(مسلم ج۲ ص۱۵۶، ابوداؤد ج۲ ص۳۰، مشکوٰۃ ص۱۲۷)

❁......حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ خطب ثم نزل فدعا بکبشین فذبحھما

(ترمذی ج۱ ص۱۸۲ وقال ھذا حدیث صحیح)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر دو مینڈھے منگوائے اور انہیں ذبح فرمایا۔

❁......حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضحّٰی رسول اللہ ﷺ بکبشین، املحین، موجونین، خصیین۔

(نصب الرایۃ ج٤ ص٢٠٩ کتاب الاضحیۃ، مسند احمد ج٦ ص٨، مجمع الزوائد ج٤ ص٢١)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو چتکبرے، خصی، مینڈھے قربانی فرمائے۔

بکریوں کی قربانی:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضحّٰی رسول اللہ ﷺ ثم قال یاثوبان اصلح لنا لحم ھذہ الشاۃ قال فمازلت اطعمہ منھا حتی قدمنا المدینہ (مسلم ج۲ ص۱۵۰، ابوداؤد ج۲ ص۱۸ واللفظ لہ)

رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر ایک بکری قربانی فرمائی تو مجھے اس کا گوشت بنانے کا حکم فرمایا۔ میں مدینہ منورہ واپس آنے تک وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا۔

❁......حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کنت افتل قلائد الغنم للنبی ﷺ فیبعث بھا

(بخاری ج۱ ص۲۳۰ واللفظ لہ، مسلم ج۱ ص۴۲۵، ترمذی ج۱ ص۱۱۰، نسائی ج۲ ص۲۰)

ترجمہ: میں نبی اکرم ﷺ کی قربانی والی بکریوں کے ہار کے لیے رسی بناتی، تو آپ (وہ ہار ان کے گلے میں ڈال کر) انہی (مکہ مکرمہ) بھیج دیتے۔

❁......آپ ہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

اھدی النبی ﷺ مرۃ غنما

(بخاری ج۱ ص۲۳۰، مسلم ج۱ ص۴۲۵، ابن ماجہ ص۲۳۰، مشکوٰۃ ص۲۳۱)

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے (میدان منیٰ میں) بکریوں کو قربانی کے لیے بھیجا۔

❁...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وان کان لیذبح الشاۃ فیتتبع بھا صدائق خدیجۃ فیھدیھا لھن

(ترمذی ج۲ ص۲۲۸ وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

ترجمہ: اور آپ ﷺ جب کبھی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو تلاش کر کے اس بکری کا گوشت انہیں بھجوایا کرتے۔

❁ ......دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

وربما ذبح الشاة ثم یقطعها اعضاءً ثم یبعثها فی صدائق خدیجة

(بخاری ج۱ ص۵۳۹ واللفظ لہ، مسلم ج۲ ص۲۸۴، مشکوٰۃ ص۵۷۳)

ترجمہ: اور آپ اکثر بکری ذبح فرماتے، اس کے مختلف ٹکڑے بنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔

❁ ......ایک روایت میں ہے:

وکان رسول الله ﷺ اذا ذبح الشاة فیقول ارسلوا بها الی اصدقاء خدیجة ۔ (مسلم ج۲ ص۲۸۴)

رسول اللہ ﷺ جب بھی بکری ذبح فرماتے تو حکم دیتے کہ اس (میں سے) خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی بھیج دو۔

ان روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بکری کی قربانی بھی فرمائی ہے

گائے کی قربانی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہمارے پاس قربانی والے دن (نو ذوالحجہ کو) گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ قال نحر رسول الله ﷺ عن ازواجه

(بخاری ج۱ ص۲۳۱، واللفظ لہ، ج۱ ص۲۳۲، مسلم ج۱ ص۴۲۴، مشکوٰۃ ص۲۳۱)

ترجمہ: تو گوشت لانے والے نے بتایا کہ رسول پاک ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔

❁ ......دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ضحّٰی رسول الله ﷺ عن نسآئه بالبقر

(بخاری ج۲ ص۸۳۴ واللفظ لہ، نصب الرایۃ ج۴ ص۵۰۹، مسند احمد ج۷ ص۳۹)

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی۔

❁ ......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة یوم النحر

(مسلم ج۱ ص۴۲۴، مشکوٰۃ ص۲۳۱)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے قربانی والے دن ایک گائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ذبح فرمائی۔

❁ ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

ذبح رسول الله عمن اعتمر عن نسآئه فی حجة الوداع بقرة بینهن (ابن ماجہ ص۲۳۳ واللفظ لہ، ابوداؤد ج۱ ص۲۴۴)

ترجمہ: حجۃ الوداع کے موقع پر جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی رسول اکرم ﷺ نے ان ازواج کی طرف سے گائے قربانی کی۔

❁ ......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

ان رسول الله نحر عن آل محمد ﷺ فی حجة الوداع بقرة واحدة۔

(ابوداؤد ج ۱ص ۳۸۴، ابن ماجہ ص ۲۳۳)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی آل کی طرف سے ایک گائے کی قربانی فرمائی۔

اونٹ کی قربانی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نحر النبی ﷺ بیدہ سبعة بدن قیاما

(بخاری ج ۱ص ۲۳۱ واللفظ لہ، ابوداؤد ج ۲ص ۳۰)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے۔

⚜……حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اھدی النبی ﷺ مائة بدنة (بخاری ج ۱ص ۲۳۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی فرمائی۔

⚜……حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ جمرات کو رمی کرنے کے بعد

ثم انصرف الی البدن فنحرھا۔ (مسلم ج ۱ص ۴۲۱)

پھر آپ اونٹوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے انہیں نحر کیا (ذبح فرمایا)

⚜……سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

بعث رسول اللہ ﷺ ستة عشر بدنة مع رجل وامرہ فیھا

(مشکوۃ ص ۲۳۱ واللفظ لہ، نصب الرایہ ج ۳ص ۲۰۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ساتھ سولہ اونٹ روانہ کیے اور اسے امیر بنایا کہ وہ انہیں مکہ مکرمہ میں قربانی کرے۔

⚜……حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے جب حج مبارک کا ارادہ فرمایا تو سو اونٹ ساتھ لئے، جب قربانی کا دن آیا تو آپ قربان گاہ (میدان منیٰ) میں تشریف لائے۔

فنحر ثلاثا وستین بدنة بیدہ ثم اعطی علیا فنحر ماغبر

ترجمہ: تو آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ خود ذبح فرمائے اور باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اذن سے قربانی کئے۔ (واللفظ لہ، مسلم ج ۱ص ۳۹۹، ابوداؤد ج ۱ص ۲۶۴، مشکوۃ ص ۲۲۵، مسند احمد ج ۱ص ۲۶۰، نصب الرایہ ج ۳ص ۵۷، نسائی ج ۲ص ۲۰۷)

فائدہ: امام ابن حبان کا بیان ہے کہ تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اس وقت آپ کے عمر تریسٹھ برس تھی تو آپ نے اپنی زندگی کے ہر سال کے بدلے ایک اونٹ قربان کر دیا۔ (نصب الرایہ ج ۳ص ۵۷)

اونٹوں کا مظاہرہ عشق ومحبت:

عشق مصطفی ﷺ میں مچلنے والوں کے لیے یہ واقعہ تسکین وفرحت کا سامان ہے کہ رسولِ دو عالم، محبوبِ جہاں، رحمتِ عالمیاں، حضرت حبیب کبریا ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہاتھ میں چھری لئے جب اونٹوں کو ذبح فرمانے کے لیے ان کے سامنے آئے، اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی تعداد میں آپ کی بارگاہ عالیہ میں لائے جانے لگے، جب ان کی نظر آپ کی زلف دوتا اور چہرہ والضحیٰ پر پڑی، اونٹ بے خود ہو گئے، جذب

دستی میں ڈوب گئے، انہیں جان جانے کا غم نہ رہا، بھاگ کر جان بچانے کی فکر دامن چھوڑ گئی اور وہ عشق سرکار کے تسلط میں آ گئے۔ دل نے کہا اس نازنین کے ہاتھوں ذبح ہونا بڑے نصیب اور مقدر کی بات ہے، کیونکہ ان کے جسم منور سے لگنے والا مرتا نہیں، زندہ ہو جاتا ہے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

اونٹ وارفتہ ہو گئے، دیوانہ وار ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے، ہر کسی کی خواہش تھی کہ دوسرے کو ہٹا کر پہلے اسے ذبح کیا جائے، یداللہ والے گورے گورے ہاتھ پہلے اس پر چھری چلائیں، کیونکہ ان کے ہاتھ سے کٹ جانا دونوں جہان کی سعادتوں کا باعث ہے

ہمہ آہوانِ صحرا سرخود نہادہ برکف
باُمید آں کہ روزے تو آمد شکار خواہی

اور

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتہ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

دو شعر مزید پیش خدمت ہیں:

میں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں
لے جان ، اگر خنجر فولاد تمہارا
ہر اک کی آرزو ہے پہلے مجھ کو ذبح فرمائیں
تماشہ کر رہے ہیں مرنے والے عید قربان

اصل عبارت درج ذیل ہے: وقرب لرسول اللہ ﷺ بدنات خمس اوست فطفقن یزدلفن الیہ بایتھن یبدأ۔

ترجمہ: اور پانچ یا چھ اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب لائے جاتے تو ان میں ہر کوئی خود آگے بڑھتا تاکہ ابتداء اس سے کی جائے۔

ملاحظہ ہو! مشکوٰۃ ص ۲۳۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰، زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۱۲۲، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۲۷ از قاضی شوکانی۔

❁......حضرت ملا علی قاری اس کے تحت لکھتے ہیں:

یقربن ویسعین الیہ ﷺ متوجھا یا تیھن یبدأ للتبرک بیدہ ﷺ فی نحرھن قیل ھذا من المعجزات (مرقات، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۳۲)

وہ اونٹ خود ہی قریب ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ بھاگ کر آتے تاکہ آپ پہلے انہیں ذبح کریں اور وہ آپ کے ہاتھوں ذبح ہو کر برکت حاصل کریں۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ آپ کے معجزات سے ہے۔

اے صاحبانِ عشق و محبت غور فرمایئے! جب جانوروں کے اندر محبوب کے قدموں پر قربان ہونے کا اس قدر ذوق وشوق ہے تو پھر انسانوں کے عشق و محبت اور عقیدت و الفت کے جو جذبات اس وقت موجزن ہوتے ہیں جب وہ محبوب کے قدموں پر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

صلح حدیبیہ کے دن قربانی:

ہجرت کے چھٹے سال رسول اکرم ﷺ عمرہ شریف کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب مسلمان ہمراہ تھے، نبی کریم ﷺ نے خود اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قربانیوں کے اونٹ ساتھ لیے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نو(۹) میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ پر روک دیا، دونوں طرف سے بات چیت ہوئی، آخر کار ایک صلح نامہ تحریر کیا گیا، جس کی رو سے یہ طے پایا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں۔ انہیں تین روز تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثاروں نے اونٹوں کی قربانیاں کیں اور سر منڈوا کر احرام کھول دیا۔ (بخاری ج۱ص ۲۷۲، ۳۸۰، ج۲ص۶۱۰، مسلم ج۲ص۱۰۶، ابوداؤد ج۲ص۳۲، ترمذی ج۱ص۱۸۱، موطا امام مالک ص۴۹۷، ابن ماجہ ص۲۳۳، مشکوۃ ص۲۳۱، ۲۳۲)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے قربانی:

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات بالخصوص حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف سے بھی قربانی فرمائی ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

آل اور امت کی طرف سے قربانی:

بانی اسلام حضرت رسول مکرم ﷺ نے جہاں اپنی طرف سے اور اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی فرمائی، وہاں پر آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی یاد رکھا اور

آپ نے اپنی آل اور ساری امت کی طرف سے بھی قربانی فرمائی ہے۔

❁......حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول پاک ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی فرماتے تھے، ان میں ایک کو ذبح کر کے فرماتے: اللھم ھٰذا عن محمد و آل محمد اے اللہ! یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے۔ اور دوسرا ذبح کر کے فرماتے: اللھم ھٰذا عن امتی من شھد لك بالتوحید ولی بالبلاغ۔

(المستدرک ج۳ص۵۹۴، دوسرا نسخہ ج۴ص۳۱۷، نصب الرایۃ ج۳ص۱۹۲)

اے اللہ! یہ میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنہوں نے تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی دی۔

❁......حضرت ابورافع اپنے باپ، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی پھر کہا: اے اللہ یہ میری طرف سے اور میری امت کی طرف سے ہے۔

(المستدرک ج۵ص۱۵۴، وافقہ الذھبی فی التلخیص: صحیح، قدیمی کتب خانہ)

❁......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے مینڈھا کی قربانی دی اور فرمایا: یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنہوں نے قربانی نہیں دی۔ (دارقطنی ج۴ص۲۸۳، المستدرک ج۵ص۱۵۳ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ووافقہ الذھبی)

❁......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری حدیث میں ہے:

آپ نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا (یا دو مینڈھوں کو) ذبح کیا اور ذبح کے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھا پھر کہا ھذا عنی وعمن لم یضح من امتی

اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابوداود ج ۲ ص ۳۰، ۳۲، مشکوۃ ص ۱۲۸، المستدرک ج ۵ ص ۱۵۴، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

❁......حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی روایات موجود ہیں۔ (نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۹۳، ۱۹۲)

❁......ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے مینڈھا ذبح کیا اور کہا:

بسم الله اللهم تقبل من محمد ﷺ وال محمد ﷺ ومن امة محمد ﷺ (مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ابوداود ج ۲ ص ۳۰، المستدرک ج ۵ ص ۱۵۲، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

اللہ کے نام سے، اے اللہ! اسے میری طرف سے، میری آل اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

❁......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

بے شک رسول اللہ ﷺ جب قربانی فرمانے کا ارادہ کیا تو دو موٹے، تازے چتکبرے، سینگوں والے، خصی، مینڈھے خریدے۔ ایک کو اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرمایا: جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی

وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد ﷺ

(ابن ماجہ ص ۲۳۲، المستدرک ج ۵ ص ۱۵۳، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۹۱)

اور دوسرا جانور محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ذبح فرمایا۔

نوٹ: ایک سے زائد افراد کی طرف سے ایک ہی قربانی کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ

اور ذاتی عمل ہے کسی امتی کے لیے درست نہیں کہ وہ اپنی قربانی میں دوسروں کو شریک کر لے، بلکہ ان کی طرف سے اگر قربانی دینا چاہتا ہے تو الگ سے جانور ذبح کرنا پڑے گا۔ (دیکھئے بہار شریعت حصہ ۱۵)

❁......اگر کوئی آدمی غریب اور صاحب نصاب نہیں تو چونکہ اس پر قربانی واجب نہیں ہے اس لیے وہ آدمی اگر قربانی کرتا ہے تو اس کے ثواب میں تمام اہل خانہ کو شریک کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۰۵ حاشیہ طبع حیدر آباد، مرقاۃ ج ۳ ص ۳۰۹)

❁......حضور اکرم ﷺ سے یہ عمل بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے ایک جانور ذبح کیا اور دوسرا جانور اپنی آل اور تمام امت کی طرف سے ذبح فرمایا:

ملاحظہ ہو: زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۰۴، کتاب الآثار باب ۴۶۳ برقم ۷۷۳، ابن ماجہ ص ۲۳۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۲۸۔

اپنی ولادت مقدسہ کی خوشی میں قربانی:

دیگر قربانیوں کے علاوہ بانی اسلام، حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی ولادت مبارکہ کی خوشی میں بطور عقیقہ بھی جانور کی قربانی فرمائی تھی۔ ''بسم الله والله اکبر'' کہہ کر جانور ذبح کیا گیا، جب گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر لیا گیا، تو پانی میں نمک ڈال کر پکایا گیا، تو آپ نے اعلان فرما دیا ''هذه عقيقتى'' ''یہ میرا عقیقہ ہے۔''

(کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۶، الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۶، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۳۰۰، فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۵)

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے سامانِ عبرت ہے، جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے والوں سے بلاوجہ ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب آپ نے خود اپنی ولادت کی خوشی فرمائی ہے، تو آپ کے نام لیوا اس خوشی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟

امام سیوطی کا تبصرہ:

یہ بات ثابت ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور قانون یہ ہے کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا، پس نبی کریم ﷺ کے اس فعل کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اظہار تشکر کے لیے ایسا کیا کہ اللہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور امت کو مشرف فرمایا جیسا کہ آپ امت کی ترغیب کے لیے خود اپنی ذات پر درود پڑھا کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۹۶)

یعنی آپ ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی کے لیے دوبارہ عقیقہ کیا تھا۔

نواسوں کی ولادت پر قربانی:

جس طرح سرور کائنات، بانی اسلام، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی ولادت مبارکہ کی خوشی میں قربانی فرمائی تھی، اسی طرح آپ نے اپنے نواسے حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی مبارک پیدائش پر بھی جانور ذبح فرمائے تھے۔

❁...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

کہ آپ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا بطور عقیقہ ذبح فرمایا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، نسائی ج ۲ ص ۱۸۷، مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

❁...... ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ کیئے۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۸۸)

❁...... حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں: ان روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ولادت کے دن اور ایک ساتویں دن ذبح کیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک

جانور آپ نے خود ذبح کیا اور دوسرا حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہو۔ تو ایک جانور کی نسبت آپ کی طرف حقیقی ہے جبکہ دوسرے مجازی ہے۔

(مرقاۃ، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

❁...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری ذبح فرمائی (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ ص ۳۶۲)

حضور ﷺ جانور ذبح کیسے فرماتے ؟:

حضرت رسول مکرم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ اول قربانی خود کرتے، اونٹ کو نحر کرتے (اونٹ کو کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہاء پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارنا نحر کہلاتا ہے) اور گائے کو کبھی نحر اور کبھی ذبح کرتے (چھری یا خنجر وغیرہ سے جانور کی رگیں کاٹنا ذبح کہلاتا ہے) جبکہ بکری اور مینڈھا ذبح فرمایا کرتے تھے۔ چھری کو اچھی طرح تیز کر لیتے، جانور کا رخ قبلہ کی طرف کر کے اپنا قدم مبارک اس کے اوپر رکھ دیتے اور یہ کلمات پڑھتے:

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پھر ذبح فرما دیتے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ۱۲۷، ابن ماجہ ص ۲۳۲، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۰۳ برقم ۲۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیاں

سطور ذیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند قربانیوں کا ذکر پیش خدمت ہے۔

❁......حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر سال دو جانور قربانی کیا کرتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اور فرماتے مجھے آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔

(ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، مستدرک ج ۵ ص ۱۵۴، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۲، مشکوۃ ص ۱۲۸، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۱)

❁......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

❁......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں اپنے تمام چھوٹے بڑوں بچوں کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الضحایا، ج ۴ ص ۳۸۰)

❁......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم مدینہ میں قربانیوں کو خوب پالا کرتے تھے اور تمام مسلمانوں کا یہی عمل تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۳)

❁......ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مدینہ طیبہ میں قربانی کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نافع کا بیان ہے کہ آپ نے مجھ کو ایک موٹا تازہ سینگوں والا مینڈھا خریدنے کا

حکم دیا اور فرمایا کہ میں وہ جانور عید کے دن مسلمانوں کی عیدگاہ میں ذبح کروں، میں نے اسی طرح کیا۔ پھر آپ کے پاس پہنچا دیا، اس وقت حضرت ابن عمر بیمار تھے اور نماز عید بھی مسلمانوں کے ساتھ نہ پڑھ سکے، جب جانور ذبح ہوگیا تو آپ نے اپنے سر کے بال منڈوا دیئے۔ (مؤطا امام مالک ص ۴۹۵، مؤطا امام محمد ص ۲۷۹)

❁......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے حدیبیہ کے مقام پر اونٹ اور گائے کی قربانی سات، سات افراد کی شراکت سے کی۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، مؤطا امام مالک ص ۴۹۷، ابن ماجہ ص ۲۳۳، مشکوۃ ص ۲۳۱)

❁......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نحرنا یوم الحدیبیة سبعین بدنة ...... الحدیث۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۱۰۷، رقم ۱۹۵۵، مسلم ج ۱ ص ۴۲۴)

ہم نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ قربانی کیئے۔

❁......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(ایک مرتبہ) حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اونٹ (زیادہ قربان کیئے جانے کی وجہ سے) کم پڑ گئے تو فامرھم ان ینحروا البقرة آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: گائیں ذبح کرلو۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۳)

قربانی کا حکم سب کے لئے:

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد بھی ہے اور محبوب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک سنت بھی نیز خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اطاعت

رسول اللہ ﷺ میں قربانیاں دیتے رہے۔ جیسا کہ تفصیلی حوالہ جات گذر چکے ہیں۔ اسلام نے اپنے تمام ماننے والوں کے لیے اسے برقرار رکھا ہے۔

⊛...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے نور نظر، لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رضائے خداوندی پہ قربانی کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، تیاری مکمل ہوگئی، چھری حلق نازنین پہ چلانے لگے، تو جنت سے جانور آگیا اور حضرت اسماعیل کو بچالیا گیا۔ تو اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بارگاہ رب العزت سے اجر و رضا کا مژدہ ملا اور ساتھ ہی یہ خوشخبری سنائی گئی: وترکنا علیه فی الآخرین (الصافات،۱۰۸)

ترجمہ: اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر چھوڑا۔

یعنی بعد میں آنے والے لوگ اس سنت ابراہیمی کو جاری رکھیں گے۔

⊛...... حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا سنة ابیکم ابراهیم یہ قربانیاں تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، مشکوۃ ص ۱۲۹)

تو گویا اسلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سنت ابراہیمی پر عمل کرنے کا موقع دیا ہے

⊛...... رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں اعلان عام فرمایا:

یاایھاالناس علی کل اھل بیت فی کل عام اضحیة۔

اے لوگو! ہر اہل خانہ پر ہر سال قربانی کرنا لازم ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳)

⊛...... مزید فرمایا: ماعمل آدمی من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم ...... فطیبوا بها انفسا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابن ماجہ ۲۳۳، المستدرک ج ۵ ص ۱۳۶، مشکوۃ ص ۱۲۸)

یعنی قربانی والے دن آدمی کا سب سے زیادہ محبوب کام جانور ذبح کرنا ہے ...... پس تم خوشی سے قربانی کرو۔

⊛...... ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

کیا قربانی واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی۔ اس نے دوبارہ پوچھا، کیا یہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: (سمجھا نہیں) قربانی رسول اللہ ﷺ نے بھی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی۔ (یعنی اگر قربانی واجب اور ضروری نہیں تو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلسل یہ عمل کیوں کرتے رہے)۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳ وقال هذا حدیث حسن)

⊛...... مشہور تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول پاک ﷺ نے قربانی فرمائی اور آپ کے بعد مسلمانوں نے اس عمل کو اپنایا اور یہی طریقہ (قیامت تک) جاری ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۲)

⊛...... رسول اللہ اکرم ﷺ نے قربانی کو مسلمانوں کا طریقہ قرار دیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ۸۳۴)

قربانی کے مختلف مواقع:

اسلام نے اپنے تابعداروں کو قربانی کے مختلف مواقع فراہم کئے ہیں تا کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کر کے خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکیں۔

بچے کی پیدائش پر (عقیقہ):

زمانہ جاہلیت میں لوگ بچے کی پیدائش کے موقع پر جانور ذبح کرتے اور اس کے خون سے بچے کا سر آلودہ کر دیتے۔ اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کو یہ طریقہ سکھایا کہ بچے کی ولادت کے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، بچے کے سر کے بال منڈوائے جائیں اور بالوں پر خون کی بجائے زعفران لگا دیا جائے۔ اس سے بچے کی مصیبت، بلا اور اذیت وتکلیف دور ہو جاتی ہے اور بچے کو آرام وراحت میسر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو! ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ۳۷، ابن ماجہ ص ۲۳۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوۃ ص ۳۶۲۔

مستحب یہ ہے کہ بچہ کی طرف سے دو جانور ذبح کئے جائیں اور بچی کی طرف سے ایک۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابن ماجہ ص ۲۳۵، مشکوۃ ص ۳۶۲)

اگر بچہ کی طرف سے ایک جانور بھی ذبح کر دیا تو بھی درست ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک، ایک جانور بھی ذبح فرمایا تھا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوۃ ص ۳۶۲، ۳۶۳)

واضح رہے کہ اونٹ اور گائے میں بھی ایک یا دو حصے منتخب کئے جا سکتے ہیں۔

حج کے موقع پر قربانی:

حج کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

حج افراد: صرف حج کا احرام باندھنا "افراد" کہلاتا ہے یعنی حج کا ارادہ رکھنے والا میقات (وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے) سے حج کا احرام باندھے، قرآن و

سنت کے احکامات کے مطابق افعال ومناسک حج مکمل کرے، عرفات سے منیٰ آتے ہوئے رمی جمار کرنے کے بعد قربان گاہ میں جا کر کوئی فربہ جانور خرید کر اس کی قربانی کرے۔

یاد رہے کہ یہ قربانی واجب نہیں بلکہ بطور شکرانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حج کی عظیم سعادت عنایت فرمائی ہے۔

حج تمتع: تمتع کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، مطلب یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ ادا کرنا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى (البقرہ، ۱۹۶)

یعنی جو عمرہ کے ساتھ حج کا فائدہ اٹھائے تو اسے جو جانور میسر آئے (اس کی قربانی کرے)۔ یعنی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھنا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنا اور احرام کھول دینا اور پھر مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھنا "تمتع" کہلاتا ہے۔

حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۰۳، مؤطا امام محمد ص ۲۱۷، باب المتمتع مایجب علیه من الهدی، نصب الرایۃ ۳ ص ۱۲۹)

ورنہ دس روزے رکھے، تین، ایام حج میں اور سات واپس آ کر۔ (البقرہ، ۱۹۶)

حج قران: قرآن کا معنی ہے ملانا، میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا "قران" کہلاتا ہے۔ حج قران ادا کرنے والے بھی قربانی دیں گے۔

(مسلم ج ۱ ص ۴۰۴، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۰۷، الھدایہ مع نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۳۲)

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی:

قربانی کا ایک عظیم الشان اور روح پرور موقع عیدالاضحیٰ ہے۔ مسلمان نہایت عقیدت واحترام اور ذوق وشوق کے ساتھ ہر سال اس موقع پر قربانی کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر طرف جذبہ تسلیم ورضا نظر آتا ہے۔

قرآن وحدیث نے مسلمانوں کو جابجا اس قربانی کے لیے ابھارا ہے۔ بانی اسلام، حضرت رسول مکرم ﷺ اور دور اول اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ بلکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ دینے والوں پر اظہار ناراضگی بھی فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

من کان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا (ابن ماجہ ص۲۳۲، مسند احمد ج۱ص۳۲۱، المستدرک ج۵ص۵۶ اقال الحاکم والذهبی صحيح)

"جو شخص طاقت کے باوجود قربانی نہ دے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"۔

اس حدیث پاک میں ان لوگوں کے لیے زبردست وعید ہے جو طاقت ہونے کے باوجود مختلف بہانے بنا کر قربانی سے اعراض وروگردانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربانی کے متعلق چند الفاظ کی وضاحت:

قربانی کے متعلق قرآن وحدیث میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے۔ یہ تقریباً نو الفاظ ہیں:

نسک، منسک، ھدی، قربان، عقیقه، نحر، اضحیه، بدن، قلائد۔

۱......نسک: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین

ترجمہ: آپ فرمائیے! بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے، جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ (الانعام، ۱۶۲)

اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی لفظ "نسک" آیا ہے۔

❁......اس کی تفسیر کرتے ہوئے سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر، مجاہد اور سدی کہتے ہیں: المراد به الذبيحة للحج والعمرة وعن قتادة الاضحية۔ (روح المعانی ج۵ص۷۰،ج۸)

ترجمہ: نسک سے مراد وہ جانور ہے جسے حج یا عمرے میں ذبح کیا جاتا ہے۔ اور قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد (مطلقاً) قربانی کے جانور ہیں۔

❁......امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

المراد بالنسك الذبيحة بعينها (تفسیر کبیر ج،۱۳ص۱۱)

ترجمہ: نسک سے مراد ذبح شدہ جانور ہے۔

❁......امام قرطبی فرماتے ہیں:

النسك جمع النسيكة وهی الذبيحة (تفسیر قرطبی ج۴ج،۷ص۱۵۲)

ترجمہ: لفظ نسک نسیکہ کی جمع ہے اس کا مطلب ہے: ذبح شدہ جانور۔

۲......منسک: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولکل امة جعلنا منسکا......الآیة (الحج، ۳۴)

ترجمہ: اور ہر امت کے لئے ہم نے مقرر فرمائی ہے، ایک قربانی۔

❁......لفظ "منسک" کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

المنسك الذبح واراقة الدم (تفسیر قرطبی ج٦ جز١٢ص ٥٨)

ترجمہ: منسک کا معنی ہے ذبح کرنا اور خون بہانا۔

❁……قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

منسک کا معنی ہے ''اراقة الدم'' (تفسیر مظہری ج٦ ص ٣٢٢)

خون بہانا یعنی جانور ذبح کرنا۔

٣……ھدی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی۔ (البقرة ١٩٦)

ترجمہ: تو جو فائدہ اٹھائے عمرہ کا حج کے ساتھ تو جو قربانی اسے میسر ہو وہ دے۔

❁……علامہ سید مرتضی زبیدی لکھتے ہیں:

والھدی ماھدی به الی مکة من النعم (تاج العروس ج١٠ ص ٤٠٨)

ترجمہ: ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جسے (قربانی) کے لیے مکہ مکرمہ روانہ کیا جاتا ہے۔

❁……صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

وھو شاة یذبحھا یوم النحر (تفسیر خازن ج ا ص ١٣٨)

ھدی اس بکری کو کہتے ہیں جسے عید کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔

❁……علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

وھو مایھدی الی بیت الله من بدنة او غیرھا

ترجمہ: ھدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے (قربانی کے لئے) بیت اللہ روانہ کیا جاتا ہے، اونٹ وغیرہ۔ (تفسیر قرطبی ج ا جز ٢ ص ٣٧٨)

٤……قربان: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین قالوا ان الله عھد الینا الا نؤمن لرسول حتی یأتینا بقربان تأکله النار……الآیة (آل عمران، ١٨٣)

ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لے آئے جس کو آگ کھا جائے۔

❁……مزید ارشاد فرمایا: اذقربا قربانًا (المائدہ، ٢٧)

ترجمہ: جب ان دونوں نے قربانی پیش کی۔

❁……علامہ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

القربان کل مایتقرب به العبد الی الله عزوجل من اعمال البر من نسك وصدقة وذبح وکل عمل صالح (تفسیر خازن، ج١ ص ٣١١)

یعنی قربانی، صدقہ اور تمام اعمال صالحہ جن کے ذریعے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے اس کو قربان کہتے ہیں۔

❁……قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

القربان فی الاصل کل مایتقرب به العبد الی الله عزوجل من نسیکة وصدقة وعمل صالح……ثم صار اسماللذبیحة (تفسیر مظہری ج٢ ص ١٨٨)

یعنی قربان کا اصلی معنی تو یہی ہے کہ بندہ قربانی، صدقہ اور عمل صالح کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرے……پھر یہ قربانی کے جانور کا نام ہوگیا۔

۵......عقیقہ: احادیث مبارکہ میں ایک لفظ عقیقہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ان مع الغلام عقیقة

ترجمہ: بے شک بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

(ابوداؤد ج ۲ص ۳۶، ابن ماجہ ص ۲۳۵، ترمذی ج ۱ص ۱۸۳)

عقیقہ کا معنی ہے ذبح کیا ہوا جانور۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جو نومولود بچے کے سر کے بال منڈانے کے موقعہ پر ذبح کیا جاتا ہے۔

۶......نحر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: فصل لربك وانحر (الکوثر،۲)

ترجمہ: اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

❁......علامہ خازن اس لفظ کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

وانحر نسکك (خازن ج ۴ص ۴۱۶) اپنی قربانی ذبح کرو۔

❁......امام رازی فرماتے ہیں:

ان المراد هو نحر البدن (تفسیر کبیر جز ۳۲، ص ۱۲۹)

ترجمہ: اس کا مطلب ہے اونٹ وغیرہ قربان کرنا۔

۷......اضحیة: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاضحیة لصاحبها بکل شعرة حسنة (الترغیب والترہیب ج ۲ص ۱۵۴)

قربانی کے مالک کو اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

❁......ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اضحیہ واحد ہے جس کی جمع اضاحی ہے۔ ایک لفظ ضحیہ ہے اس کی جمع ضحایا ہے اسی طرح ایک لفظ اضحاۃ بھی مستعمل ہے جس کی جمع اضحیٰ ہے۔

وقال الطیبی الاضحیة ما یذبح یوم النحر علی وجه القربة (مرقات ج ۳ص ۳۰۲)

اور طیبی کہتے ہیں کہ جس جانور کو ثواب اور قرب خداوندی کے لیے عید کے روز ذبح کیا جائے اسے ضحیہ کہتے ہیں۔

❁......امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهی اسم للمذبوح یوم النحر (مرقات ج ۳ص ۳۰۲)

یہ اس جانور کا نام ہے جسے عید کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔

۸......بدن: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والبدن جعلناها لكم من شعآئر الله۔ (الحج، ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانی بنا دیا ہے۔

۹......القلائد: وہ جانور جنہیں قربانی کے لیے گلوں میں پٹے ڈال کر مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایها الذین امنوا لا تحلوا شعآئر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدی ولا القلائد...... (المائدہ، ۲)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، حرمت والے مہینوں، مکہ میں بھیجی جانے والی قربانی اور پٹے والے جانوروں کی بے حرمتی نہ کرو۔۔۔



باب نمبر ٤

فضائل قربانی

رضائے خداوندی، اتباع سنت نبوی، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت اور احکام شرعیہ کی تابعداری کے جذبہ سے قربانی دینے والوں کو بارگاہِ ربوبیت سے جو انوار وتجلیات اور فضائل وبرکات نصیب ہوتے ہیں، درج ذیل روایات سے ان کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

❁......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماعمل ادمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اهراق الدم انه لیاتی یوم القیٰمة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع من الارض فطیبوابها نفسا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابن ماجہ ص ۲۳۳، المستدرک ج ۵ ص ۱۴۶، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۸)

ترجمہ: عید قربان کے دن کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں، کیونکہ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے، پس تم خوشی سے قربانی کرو۔

❁......حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایها الناس ضحوا واحتسبوا بدمائها فان الدم وان وقع فی الارض فانه یقع فی حرز اللہ عزوجل۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵)

ترجمہ: اے لوگو! قربانی کرو اور اس کے خون میں ثواب کی نیت کرو! کیونکہ قربانی کا خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

❁......حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ضحّٰی طیبه نفسه محتسبا لاضحیته کانت له حجابا من النار (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵، رواہ الطبرانی فی الکبیر والاصبہانی)

ترجمہ: یعنی جس آدمی نے خوشی کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لیے آگ سے حجاب (بچاؤ کا سامان) بن جائے گی۔

❁......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یافاطمة قومی الی اضحیتكِ فاشهدیها فان لكِ باول قطرة تقطر من دمها ان یغفرلكِ ماسلف من ذنوبك قالت یارسول اللہ ألنا خاصة اهل البیت اولنا وللمسلمین؟ قال بل لنا وللمسلمین۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴، المستدرک ج ۵ ص ۱۴۷، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۴، ۵۱۶)

ترجمہ: یعنی اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہوجاؤ! کیونکہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں، تمہارے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ اجر وثواب صرف ہم اہلبیت کے لئے ہے یا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بھی یہ اجر ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اجر ہمارے لئے اور تمام

مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

❁......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے، لیکن اس میں چند الفاظ کا فرق ہے آپ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قربانی کے پاس کھڑے ہونے کا حکم فرمایا کہ قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے تمام پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ اور فرمایا: انه یجآء بلحمها ودمها توضع فی میزانك سبعین ضعفاً۔

قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو ستر درجہ بڑھا کر تیرے میزان (جس پر اعمال تلیں گے) میں رکھا جائے گا۔

آپ ﷺ نے جب یہ ارشاد فرمایا تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! یہ صرف آل محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ خیر کے زیادہ اہل ہیں یا آل اور تمام مسلمانوں کو بھی یہ اجر و ثواب نصیب ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اجر و ثواب آل محمد ﷺ اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی عام ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۳، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۴، ۵۱۶، کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص، ۱۵۵، ۱۵۴ واللفظ لہ وقال وقد حسن بعض مشائخنا حدیث علی ھذا، اور کہا ہمارے بعض مشائخ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)

❁......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس نے بھی اس طرح کی ایک روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہونے کا حکم دیا اور بشارت سنائی کہ اس قربانی کے خون کے پہلے قطرہ سے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے، اور آپ ہے نے فرمایا: اے فاطمہ! یہ دعا پڑھو ان صلوتی ونسکی ومحیای

ومماتی ...... الخ تو حضرت عمران نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ اجر ہمیں بھی ملے گا یا صرف آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اجر تمام کو نصیب ہوگا۔ (المستدرک ج ۵ ص ۱۲۷، ۱۲۶، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، سنن کبریٰ بیہقی ج ۹ ص ۲۸۳، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۴)

❁......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یہ سوال کیا: کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا:

فما لنا فیها یارسول الله؟ قال بکل شعرة من الصوف حسنة قالوا فالصوف یارسول الله قال بکل شعرة من الصوف حسنة۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۹، ابن ماجہ ص ۲۳۳)

ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اون کے بارے میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا: کھال کے ہر بال کے بدلہ میں بھی ایک نیکی ملے گی۔

❁......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما انفقت الورق فی شئ واحب الی الله من نحر ینحر فی یوم عید

ترجمہ: وہ روپیہ جو عید قربان کے دن قربانی کے لیے خرچ کیا جائے، خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵)

❁......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال النبی ﷺ ان اول ما نبدأ به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع

فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا۔ (بخاری ج ۲ص ۸۳۲، مسلم ج ۲ص ۱۵۴)

نبی کریم ﷺ نے (عید قربان کے روز) ارشاد فرمایا: آج ہم اپنے اس دن کا آغاز یوں کریں گے، کہ پہلے ہم نمازیں پڑھیں گے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے، جس نے یہ کام کیا تو اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

❁......سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال النبیا من ذبح بعد الصلوٰة تم نسکه واصاب سنة المسلمین

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا۔ (بخاری ج ۲ص ۸۳۲)

❁......سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ذبح بعد الصلوٰة فقد تم نسکه واصاب سنة المسلمین۔ (ایضاً)

جس نے عید کی نماز کے بعد قربانی کی تو تحقیق اس کی قربانی مکمل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کی راہ کو پالیا۔

❁......سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ھی سنة ومعروفة۔ (بخاری ج ۲ص ۸۳۲)

یہ ایک (اسلامی) طریقہ ہے اور مشہور و معروف ہے۔



باب نمبر ۵

مسائل قربانی

قربانی دینے والا حجامت نہ بنوائے:

قربانی کا ارادہ رکھنے والے پر جہاں خلوص وللّٰہیت کا جذبہ رکھنا ضروری ہے۔ وہاں رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ حکم بھی فرمایا:

من کان له ذبح یذبحه فاذا اهل هلال ذی الحجة فلا یاخذن من شعره ولا من اظفاره شیئا حتی یضحی۔

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند نکلنے سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ اتارے۔ (مسلم ج ۲ص ۱۶۰، ابوداؤد ج ۲ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۳۴، نسائی ج ۲ص ۲۰۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۷)

یہ حدیث پاک مندرجہ بالا کتب حدیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے جب کہ مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ قربانی کرنے والے شخص کو ذوالحجہ کی یکم سے قربانی کرنے تک (خواہ قربانی پہلے دن یا دوسرے اور تیسرے دن کرے) حجامت بنوانے سے رک جانا چاہیئے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مدینہ منورہ میں قربانی

دینے کے بعد حجامت بنوائی۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قربانی کے بعد حجامت بنوانا واجب نہیں (صرف مستحب ہے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یونہی برکت کے لیے سر منڈایا۔ (مؤطا امام مالک ص ۴۹۵، مؤطا امام محمد ص ۲۷۹)

اگر کوئی آدمی قربانی دینے تک حجامت نہیں بنواتا تو اس پر لازم نہیں کہ قربانی دینے کے بعد وہ حجامت ضرور بنوائے۔ ہاں اگر کوئی قربانی کے بعد حجامت بنوالیتا ہے تو یہ اس کے لئے صرف جائز اور مستحب ہے۔

جسے قربانی کی طاقت نہ ہو:

بانی اسلام، نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کے غریب اور نادار لوگوں کے لیے یہ آسانی پیدا فرمائی ہے کہ اگر کوئی قربانی دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو حصول ثواب کی خاطر اس کے لیے مندرجہ ذیل دو طریقے منقول ہیں۔

پہلا طریقہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے قربانی کے دن عید کا حکم دیا گیا ہے، اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید بنایا ہے۔ آدمی نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: (یارسول اللہ!) اگر میرے پاس کوئی اضافی جانور نہ ہو تو کیا میں گھر کی دودھ دینے والی گائے یا بکری ہی قربانی کردوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا ولکن تخذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فذالک تمام اضحیتک عند اللہ۔ (المستدرک ج ۵ ص ۱۴۸، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، نسائی

ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

نہیں! (عید کے دن) تو اپنے بال کاٹ لے، ناخن اتار لے، مونچھیں پست کر لے اور زیر ناف بال مونڈ لے، تو تجھے پوری قربانی کا ثواب مل جائے گا۔

امام حاکم اور امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک مع التلخیص ج ۴ ص ۲۲۳، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۱۴۸)

یعنی قربانی کی طاقت نہ رکھنے والا غریب اور نادار آدمی اگر عید کے روز حجامت بنوالے تو قربانی کا ثواب پائے گا۔

معلوم ہوا کہ جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اس پر قربانی لازم نہیں۔

دوسرا طریقہ: حضرت اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے:

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا گیا اگر کوئی آدمی مفلس و نادار ہو، قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو کوئی صورت ہے جس سے وہ قربانی کا ثواب حاصل کر سکے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر وہ آدمی عید کے روز چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ کوثر پڑھے تو اللہ تعالیٰ ساٹھ قربانیوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال اور دفتر حسنات میں درج فرمائے گا۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۵۲۵)

اے امت مسلمہ کے غریبو، نادارو اور مفلسو! تمہاری قسمت کا کیا کہنا۔ تمہیں آقائے کائنات ﷺ نے قربانی کے ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ قبولیت دعا کے اس خاص موقع پر بھی تمہیں یاد رکھا۔ اب حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا ہو کر قربانی کے ثواب میں شامل ہو جاؤ اور درود وسلام کے گلدستے نچھاور کرو اس محبوب نبی

کریم ﷺ پر جنہوں نے اس قربانی کی عظیم ثواب سے تمہیں وافر حصہ مرحمت فرمایا ہے

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

قربانی ہر سال ہے:

بعض سادہ لوح حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اگر ایک سال قربانی کر لی تو اب ہمیشہ بریٔ الذمہ ہیں، اب پوری زندگی دوبارہ قربانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ طاقت اور وسعت رکھنے والے آدمی پر ہر سال قربانی واجب اور ضروری ہے۔ سابقہ روایات میں یہ حدیث پاک گزری ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہر سال قربانی فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ صاحب استطاعت پر قربانی ہر سال واجب ہے۔

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں قربانی کے ہر سال واجب ہونے پر تصریح موجود ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

كنا وقوفا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فسمعته يقول يآيها الناس ان على كل اهل بيت فى كل عام اضحية۔

ہم میدان عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہرے تھے، میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! ہر (مالدار) گھر پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابن ماجہ ص ۲۳۳، مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

قربانی کے جانور:

سطور بالا میں درج کی گئی احادیث مبارکہ میں درج ذیل جانوروں کی قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

۱.....اونٹ .... (نر اور مادہ)

۲.....گائے .... (نر اور مادہ)

۳.....بکری .... (نر اور مادہ)

۴.....مینڈھا .... (نر اور مادہ)

یاد رہے دنبہ (نر اور مادہ) کی بھی قربانی دینا درست ہے اور اسی طرح بھینس (نر اور مادہ) کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی گائے کی قسم سے ہے۔ ملاحظہ ہو!

(الھدایہ ج ۴ ص ۴۰۳ کتاب الاضحیۃ، رد المحتار ج ۶ ص ۱۹، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۷۱۹، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲۷، نمبر ۹، فتاویٰ ہندیہ ج ۵ ص ۲۹۷، شرح صحیح مسلم سعیدی ج ۶ ص ۱۳۸۔

اس بات کو غیر مقلد وہابیوں نے بھی تسلیم کر رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱.....فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۱۰، از ثناء اللہ امرتسری۔

۲، ۳.....نزل الابرار ج ۳ ص ۹۵، و کنز الحقائق ص ۱۹۳، از وحید الزمان حیدر آبادی۔

۴.....فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۲۵۸ حاشیہ، از نذیر حسین دہلوی۔

۵.....فتاویٰ برکاتیہ ص ۳۴۲، از ابو البرکات احمد۔

۶.....فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۲، از عبد الستار دہلوی۔

٧.....فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ص ۷۱تا۷۴،ازعلی محمد سعیدی۔

٨.....الاسئلة والاجوبة الفقهية المقرونة بالادلة الشرعية ج ۳ص ۹۔

ازعبدالعزیز المحمد السلمان سعودی۔بحوالہ بھینس کی قربانی ص ۸۶۔

۹.....ماہنامہ الحدیث حضرو،شمارہ نمبر ۳۵ص ۴۵تا ۵۰،ازغلام مصطفےٰ ظہیرامن پوری۔

۱۰.....فضائل عشرہ ذوالحجہ اوراحکام ومسائل عیدالاضحیٰ ص ۴۴،ازصلاح الدین یوسف۔

۱۱.....بھینس کی قربانی (پوری کتاب) ازنعیم الحق ملتانی وہابی۔

نعیم الحق ملتانی نے لکھا ہے:

یہ مسئلہ امت کے اجماع سے ثابت ہے۔(بھینس کی قربانی ص ۲۲)

مزید لکھا ہے:اس اجماع کو کسی قطعی دلیل کے بغیر چھوڑنا گمراہی کے خطرہ سے خالی نہیں۔(ایضاً ص ۴۷) اوراسی کتاب کے ص ۱۵پرتسلیم کیا کہ سب سے پہلے اس مسئلہ پر عبداللہ روپڑی نے بحث کا آغاز کیا۔نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

نوٹ: کتاب مذکورہ میں وہابی حضرات کے اور بھی فتاویٰ درج کیے گئے ہیں۔ایک مضمون کتاب کے آخر میں بھی ہم نے درج کردیا ہے۔

وہابیوں کی انوکھی قربانیاں:

قربانی کے جانوروں کے حوالے سے وہابیوں کے چند انوکھے اور نرالے فتوے بھی ملاحظہ ہوں!

۱.....وہابی حضرات کے امام،عبدالوہاب دہلوی نے لکھا ہے کہ قربانی کے موقع پر بازار سے چارآٹھ آنے کا گوشت خرید کرتقسیم کردینا بھی قربانی ہے۔(مقاصدالامامۃ ص ۵)

۲.....عبدالستاردہلوی اورعبدالوہاب دہلوی کے نزدیک مرغ اورانڈے کی قربانی بھی جائز ہے۔(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ص ۱۷۲،مقاصدالامامۃ ص ۵)

۳.....عبدالستاردہلوی نے گھوڑے کی قربانی کوبھی درست قراردیا ہے۔

(فتاویٰ ستاریہ ج ۱ص ۱۴۷)

موجودہ دورمیں وہابی حضرات نے آسمان سرپراٹھارکھا ہے کہ اس کائنات میں صرف ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کا ہرقول وفعل احادیث مبارکہ کے عین مطابق ہے۔سنی حضرات تو اپنی قیاس آرائیوں کو دین کا درجہ دیتے ہیں۔انہیں قرآن وحدیث سے کوئی سروکار نہیں۔اگروہابی حضرات کی یہ بات درست ہے تووہ اپنے بزرگوں کے مذکورہ فتویٰ پر زیادہ نہیں صرف ایک ایک صحیح،صریح اورمرفوع روایت ہی پیش کردیں کہ ان چیزوں کی قربانی رسول اللہ ﷺ نے کس موقع پردی تھی۔ورنہ دوسروں پرطعن کرنے کی بجائے اپنے گریبانوں میں جھانکیں اورپہلے اپنا محاسبہ کریں۔

جانوروں کے اوصاف:

رسول اکرم ﷺ نے جوجانورذبح فرمائے اس کی روشنی میں مستحب یہ ہے کہ جانورمندرجہ ذیل اوصاف کے حامل ہونے چاہئیں۔

۱.....جانور،موٹا تازہ اورصحت مند ہو۔

۲.....خصی اورسینگوں والا ہو۔

۳.....اس کے پاؤں،پیٹ اورآنکھیں سیاہ ہوں۔

۴.....بعض روایات میں مکمل سیاہ جانورکا بھی ذکر ہے۔

۵......جانور بوڑھے کی بجائے جوان ہو۔

لہٰذا جتنا اچھا، عمدہ، بہترین اور فربہ وصحت مند جانور ہوگا اجر وثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا۔

کون سا جانور افضل ہے؟:

احادیث مبارکہ میں جن جانوروں کی قربانی کی اجازت فرمائی گئی ہے، ان تمام جانوروں کی قربانی جائز ودرست ہے۔لیکن چند جانور ایسے ہیں جن کی قربانی کو احادیث مبارکہ میں افضل اور زیادہ پسندیدہ فرمایا گیا ہے۔

۞......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دم عفرآء احب الی اللہ من دم سوداوین

سفید رنگ کے جانور کی قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سیاہ رنگ کے دو جانوروں کی قربانی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(مجمع الزوائد ج۴ ص۲۱، سنن کبریٰ ج۹ ص۲۷۳ واللفظ لہ، المستدرک ج۵ ص۱۵۲)

۞......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعمت الاضحیہ الجذع من الضأن فانتهبه الناس (ترمذی ج۱ ص۱۸۱، مشکوٰۃ ص۱۲۸، مسند احمد ج۲ ص۴۴۵)

میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی اچھی ہے تو لوگ وہ جانور بہت زیادہ خریدنے لگے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس باب میں ابن عباس اور ام بلال بنت ہلال اپنے باپ سے اور جابر اور عقبہ بن عامر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص

سے بھی روایات موجود ہیں۔اور حدیث ابو ہریرہ حدیث غریب ہے اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔اور اس پر اہل علم صحابہ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل ہے کہ قربانی میں بھیڑ کا جذع کافی ہے۔(ترمذی ج۱ ص۱۸۱)

۞......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الثنی احب الی اللہ من الهرم (سنن کبریٰ ج۹ ص۲۷۳)

بوڑھے جانور کی بجائے اللہ تعالیٰ کو صحت مند کی قربانی سے زیادہ پسند ہے۔

۞......حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احب الضحایا الی اللہ اغلاها واسمنها (سنن کبریٰ ج۹ ص۲۷۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ قربانی ہے جو زیادہ مہنگی اور موٹی تازی ہو۔

۞......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر الضحایا الکبش الاقرن۔ بہترین قربانی سینگوں والا مینڈھا ہے

(ابن ماجہ ص۲۳۳ واللفظ لہ، ابوداؤد ج۲ ص۹۳، ترمذی ج۱ ص۱۸۳، سنن کبریٰ ج۹ ص۲۷۳، مشکوٰۃ ص۱۴۴، المستدرک ج۵ ص۱۵۳)۔عام طور پر ایسا جانور موٹا تازہ اور مہنگا ہوتا ہے

جانور احتیاط سے خریدیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امرنا رسول اللہ ا ان نستشرف العین والاذن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (جانور خریدتے وقت) آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھ لیں (ابوداؤد ج۲ ص۳۲، ابن ماجہ ص۲۳۳ واللفظ لہ، مشکوٰۃ ۱۲۸، ترمذی ج۱ ص۱۸۱)

❀...... یونس بن میسرہ بیان کرتے ہیں:

خرجت مع ابی سعید الزرقی صاحب رسول اللہ ﷺ الی شراء الضحایا قال یونس فاشار ابوسعید الی کبش ادغم لیس بالمرتفع ولا المتضع فی جسمہ فقال لی اشترلی ھذا کانہ شبہ بکبش رسول اللہ ﷺ

(ابن ماجہ ص ۲۳۳، المستدرک ج ۵ ص ۱۵۳)

میں صحابی رسول حضرت ابوسعید زرقی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانیاں خریدنے نکلا، آپ نے ایک ایسے مینڈھے کی طرف اشارہ کیا، جس کے بدن پر کچھ بال سفید تھے، اس کا جسم درمیانہ تھا تو انہوں نے فرمایا میرے لئے یہ جانور خرید لو! گویا ان کا خیال تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مینڈھے سے ملتا جلتا ہے۔

جانور کن عیوب سے پاک ہو؟:

احادیث مبارکہ میں درج ذیل عیوب والے جانور کی قربانی سے منع کیا گیا ہے۔

❀...... مقابلہ...... جس کے کان اوپر کی جانب سے کٹے ہوئے ہوں۔

❀...... مدابرہ...... جس کے کان نیچے کی طرف سے کٹے ہوئے ہوں۔

❀...... شرقاء...... جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں۔

❀...... خرقاء...... جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔

❀...... عوراً...... کانا، جس کا کانا پن نمایاں ہو۔

❀...... عرجاء...... لنگڑا، جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو۔ قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکے۔

❀...... مریضہ...... بیمار، جس کی بیماری نمایاں ہو۔

❀...... عجفاء...... کمزور، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

❀...... عضباء...... اندھا، جس کی آنکھ میں روشنی نہ رہے۔

❀...... جس کے سینگ جڑ سے اکھاڑ لیے جائیں۔

❀...... کان کٹا ہوا۔

(ابن ماجہ ص ۲۳۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱، ۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۳، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

مختصر یہ کہ جانور خریدتے وقت خوب غور سے دیکھ لیا جائے اگر اس میں کوئی عیب ہو تو ہرگز نہ خریدیں، جانور کو ہر عیب ونقص سے پاک ہونا چاہیئے۔

چھوٹے کانوں والا جانور:

یاد رہے کہ اگر کسی جانور کے پیدائشی طور پر کان چھوٹے ہوں یا ان کی نسل اور جنس ہی ایسی ہے کہ جن کے کان چھوٹے نکلتے ہیں تو ایسے جانور کی قربانی بالکل درست ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے:

انہ کان لایریٰ باساان یضحی بالصمعاء۔ (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۶)

وہ چھوٹے کانوں والے جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

نوٹ: اسی طرح اگر کسی جانور کے سینگ پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں تو اسکی قربانی بھی درست ہے اور اگر سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹ جائے تب بھی صحیح ہے (المغنی مع شرح ج ۱۱ ص ۱۰۲) اور اگر کسی جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں تو اس کی قربانی کے جائز ہونے پر بھی فقہاء کا اجماع ہے۔ (زرقانی شرح مؤطا امام مالک ج ۳ ص ۷۲)

دم کٹا جانور:

علاوہ ازیں جس جانور کی دم کٹی ہو تو اس کی قربانی کے متعلق:

❁......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله لا بأس بالاضحية المقطوعة الذنب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دم کٹے جانور کی قربانی دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(سنن کبری بیہقی ج۹ ص۲۸۹)

❁......دوسری روایت میں ہے:

ان رجلا سال النبی صلی الله علیه وسلم عن شاة قطع الذئب ذنبها یضحی بها؟ قال ضح بها۔ (سنن کبری بیہقی ج۹ ص۲۸۹، ابن ماجہ ص۲۳۴)

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ بھیڑیے نے میری بکری کی دم کاٹ لی ہے، کیا میں اس کی قربانی دے سکتا ہوں، آپ نے فرمایا اس کی قربانی کرلو۔

یاد رہے اگر جانور کی دم تہائی سے کم کٹی ہو تو اس کی قربانی درست ہے، اگر زیادہ حصہ کٹ گیا ہو تو قربانی جائز نہیں۔ (الہدایہ و دیگر)

جانوروں کی عمریں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاتذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن (مسلم ج۲ ص۱۵۵، ابوداود ج۲ ص۳۰، نسائی ج۲ ص۲۰۳، ابن ماجہ ص۲۳۴، مشکوۃ ص۱۲۷)

مسنہ کے سوا کسی جانور کو ذبح نہ کرو، اگر مسنہ کا ملنا مشکل ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اول تو تمام جانوروں کی قربانی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسنہ ہوں۔ اگر مسنہ نہ ملے تو پھر صرف بھیڑ کے متعلق یہ رخصت ہے کہ وہ "جذعہ" ہو تو اس کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

مسنہ اور جذعہ

مسنہ:

❁......حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مسنہ کا معنی ہے بڑی عمر والا، جانوروں میں اس کا اعتبار یوں کیا جاتا ہے

اونٹ......جس کے پانچ سال مکمل ہو جائیں اور چھٹا سال شروع ہو جائے۔

گائے......جس کے دو سال مکمل ہوں اور تیسرے میں اس نے قدم رکھا ہو۔

بھیڑ اور بکری......جس کا ایک سال مکمل ہو جائے۔ (مرقاۃ ج۳ ص۳۰۴)

جذعہ:

❁......صاحب ہدایہ امام مرغینانی لکھتے ہیں:

الجذع من الضأن ماتمت له ستة اشهر فی مذهب الفقهاء

یعنی فقہاء کے مذہب کے مطابق جذع بھیڑ کے چھ ماہ کے جانور کو کہتے ہیں۔ (ہدایہ ج۴ ص۴۴۷)

❁......حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

هو مایکون قبل السنة (مرقاۃ ج۳ ص۳۰۴)

وہ بھیڑ اور بکری جو ایک سال سے کم ہو۔

❁......امام نووی کے بقول بعض حضرات کے نزدیک ایک سال سے کم عمر والے بھیڑ یا بکری کے جانور کو بھی جذعہ کہتے ہیں۔ (نووی علی مسلم ج ۲ ص ۱۵۵)

❁......مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

فقہاء کی اصطلاح میں جذع اس جانور کو کہتے ہیں

ماتمت له ستة اشهر، جس کے چھ ماہ مکمل ہو جائیں۔

(التعلیق الممجد علی موطا امام محمد ص ۲۸۰)

اختیارات مصطفےٰ ﷺ:

حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں:

ضحّٰی خال لی یقال له ابوبردة قبل الصلوٰة فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم شاتك شاة لحم فقال یارسول الله ان عندی داجنا جذعة من المعز قال اذبحها ولا تصلح لغیرك۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۴،۸۳۳)

میرے ماموں ابو بردہ نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری بکری گوشت کے لیے ہے (قربانی کے لیے نہیں) انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھ سات ماہ کا بکری کا بچہ ہے، آپ نے فرمایا تو اسے ذبح کر لے، تیرے علاوہ دوسروں کے لئے اتنی عمر کی بکری کی قربانی صحیح نہیں۔

❁......ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

ولا تجزی عن احد بعدك (بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲،۱، طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۶۰، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲)

تیرے بعد کسی اور کے لئے اتنی عمر کا جانور قربانی دینا جائز نہیں۔

یعنی یہ صرف تیرے لئے رخصت ہے، کسی اور کے لیے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ آپ جس کے لیے چاہیں شریعت کا حکم خاص فرما دیں علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ان الفاظ سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب اختصاصه صلی الله علیه وسلم بانه یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶۲)

یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خاص منصب دیا گیا ہے کہ آپ جس کے لیے جو حکم چاہیں خاص فرما سکتے ہیں۔

ارشاد الساری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

خصوصیة له لا تکون لغیره اذ کان لها ان یخص من شآء بمن شاء من الاحکام۔

حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے درست نہیں کہ بکری کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی کی اجازت دے سکے، یہ صرف آپ کی خصوصیت و اختیار ہے، کسی اور کا نہیں ہے آپ جس کے لیئے چاہیں احکام کو خاص فرما سکتے ہیں۔

❁......اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر ؓ کا واقعہ بھی ہے:

وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بکریاں عنائت فرمائیں اور حکم فرمایا کہ انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دو کہ وہ ان کی قربانی دے سکیں، میں نے تقسیم کر دیں۔ ایک "عتـود" (سال سے کم عمر کا جانور) بچ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو

لے لے!۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ تو سال سے کم عمر کا ہے۔آپ نے فرمایا: (کوئی بات نہیں) قربانی کرلو۔

(ترمذی ج۱ص۱۸۱، ابن ماجہ ص۲۳۴، نسائی ج۲ص۲۰۲، مسلم ج۲ص۱۵۵، مشکوٰۃ ص۱۲۷)

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ھذا حدیث حسن صحیح" (ترمذی ج۱ص۱۸۱)

❁......ایک روایت میں ہے کہ آپ نے قربانی کے جانور تقسیم فرمائے ان میں ایک جذعہ (بکری کا بچہ) بچ گیا آپ نے فرمایا اس کی تم قربانی کرلو۔

(ترمذی ج۱ص۱۸۱، بخاری ج۲ص۸۳۲، مسلم ج۲ص۱۵۵، نسائی ج۲ص۲۰۳)

اس حدیث کے تحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

احکام مفوض بودوے صلی اللہ علیہ وسلم برقول صحیح

(اشعۃ اللمعات ج۴ص۱۲۳)

صحیح قول کے مطابق یہی بات ہے کہ احکام حضور اکرم ﷺ کو سپرد کردیئے گئے ہیں۔ (آپ جس کے لیے چاہیں کمی بیشی فرماسکتے ہیں)

❁......حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے تو آپ نے مجھے ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ عنایت کیا۔میں اسے لے کر دوبارہ آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ تو "جذعہ" ہے تو آپ نے فرمایا: تو اسے قربان کرلے۔تو میں نے اس کی قربانی دے دی۔ (ابوداؤد ج۲ص۳۱)

یہ بھی رسول اکرم ﷺ کا اختیار مبارک تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت عطا فرمائی کہ وہ سال سے کم عمر کے بکری کے جانور کی قربانی کرلیں۔

نصب الرایۃ ج۴ص۵۱۱ پر بھی ان تینوں واقعات کو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص قرار دیا گیا ہے۔

جذعہ کی قربانی:

مندرجہ بالا حدیث پاک میں سال سے کم عمر کی بھیڑ اور دنبہ کی قربانی کو اس وقت جائز فرمایا گیا ہے جبکہ مسنہ نہ ملے لیکن کتب احادیث کی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ رخصت اور اجازت صرف دشواری کے وقت ہی نہیں، عام حالات میں بھی چھ ماہ کے مینڈھے کی قربانی دی جاسکتی ہے۔

❁......حضرت مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ان الجذع یوفی مما یوفی منہ الثنی۔ (مشکوٰۃ ص۱۲۸ واللفظ لہ، ابوداؤد ج۲ص۳۱، نسائی ج۲ص۲۰۳، ابن ماجہ ص۲۳۴)

یعنی جس طرح بڑی عمر (یک سالہ یا سال سے زیادہ عمر والے) جانور کی قربانی درست ہے، اسی طرح کم عمر (سال سے کم عمر والے) جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

❁......حضرت ابوکباش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک مرتبہ ایک سال سے کم عمر کی بکریاں تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ بھیجیں، مجھے ان میں کافی نقصان ہوا، میری ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ان کی قربانی درست ہے؟

فقال سمعت رسول اللہ ا یقول نعم او نعمت الاضحیۃ الجذع من الضأن۔ (ترمذی ج۱ص۱۸۱، کتاب الآثار ص۱۷۵ باب الضحیۃ، مسند احمد ج۲ص۴۴۵)

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: بھیڑ کے چھ ماہ کے جانور کی قربانی بہت اچھی قربانی ہے۔

❁......حضرت ام بلال بنت ہلال رضی اللہ عنہا اپنے والد سے بیان کرتی ہیں: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یجوز الجذع من الضأن اضحیة۔ (ابن ماجہ ص۲۳۴)

بھیڑ کے سال سے کم عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

❁......حضرت ام بلال رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان رسول الله ا قال ضحوابالجذعة من الضأن فانه جائز۔ رواه احمد والطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ج۴ ص۱۹)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ قربانی کرلیا کرو، یہ جائز ہے۔

اسے احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

❁......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضحینا مع رسول اللہ ﷺ بجذع من الضأن (نسائی ج۲ ص۲۰۳)

ہم نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی کی۔

❁......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم نعمت الاضحیه الجذع من الضأن (ترمذی ج۱ ص۱۸۱، مشکوۃ ص۱۲۸)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بھیڑ کے سال سے کم عمر والے جانور کی قربانی اچھی قربانی ہے۔

محدثین کا فیصلہ

حضرت ابوکباش رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والعمل علیٰ هذا عنداهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم ان الجذع من الضأن یجزی فی الاضحیة۔ (ترمذی ج۱ ص۱۸۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل علم حضرات کا یہ مسلک ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

جذع کی وضاحت کرتے ہوئے امام وکیع کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

الجذع یکون ابن سبعة اوستة اشهر۔

جذع چھ یا سات ماہ کا ہوتا ہے۔ (ترمذی ج۱ ص۱۸۱، نصب الرایۃ ج۴ ص۲۱۰)

❁......مزید لکھتے ہیں:

اجمع اهل العلم ـــ انما یجزی الجذع من الضأن (ترمذی ج۱ ص۱۸۲)

اہل علم کا اجماع ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

معلوم ہوا بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے، بلکہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ یہ رخصت صرف بھیڑ، دنبے اور مینڈھے میں ہے۔ باقی جانوروں میں نہیں۔

وہابی حضرات محض لغت کا سہارا لے کر اسے ناجائز قرار دیتے ہیں اور دو دانتے (دونڈے) کو ضروری قرار دیتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔

وہابی حضرات کے حوالہ جات:

وہابی حضرات کے معتبر لوگوں نے بھی ہمارے مؤقف سے اتفاق کیا ہے کہ بھیڑ یا دنبہ چھ سات ماہ یعنی سال سے کم عمر کا بھی جائز ہے یعنی کھیرا ہونا بھی کافی ہے اس کے لیے دو دانتا (دوندا) ہونا ضروری نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱.....وحید الزماں حیدر آبادی: مؤطا امام مالک مترجم ص ۳۶۷، ابوداؤد مترجم ج ۲ ص ۴۰۹، لغات الحدیث ج ۱ ص ۵۳، کنز الحقائق ص ۱۹۳، نزل الابرار ج ۳ ص ۹۵، سنن نسائی مترجم ج ۳ ص ۲۵۳، صحیح مسلم مترجم ج ۳ ص ۲۱۶۔

۲.....نذیر حسین دہلوی: فتاوی نذیریہ ج ۳ ص ۲۵۷، فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۵۔

۳.....ثناء اللہ امرتسری: فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۹۔

۴.....نواب صدیق حسن بھوپالوی: مسک الختام ج ۴ ص ۱۳۶۔

۵.....ابوالبرکات احمد: فتاوی برکاتیہ ص ۲۵۲، ۲۵۱۔

۶.....زبیر علیزئی: ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۳۵ ص ۵۱۔

۷.....ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور ۱۷ مارچ ۲۰۰۰ء ص ۱۱۔ ۲۱ اپریل ۲۰۰۰ء۔

یاد رہے چھ سات ماہ کا جانور اتنا تندرست اور توانا ہونا بہتر ہے کہ اگر وہ اپنے سے بڑی عمر والے جانوروں میں کھڑا ہو تو ان جیسا معلوم ہو۔ ملاحظہ ہو! مؤطا امام محمد ص ۲۷۹، کتاب الضحایا، مرقات ج ۳ ص ۳۰۴، اشعۃ اللمعات وغیرہ۔

اور یہی بات وہابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے بھی لکھی ہے۔ دیکھیے!

فتاوی نذیریہ ج ۳ ص ۲۵۷، فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۵

جانوروں میں شراکت

بھیڑ، بکری:

بھیڑ، بکری (نر مادہ) صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی کی جائے گی اس پر تمام فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے۔ (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۲۴، ج ۲ ص ۱۵۵)

اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شراکت درست نہیں کہ چند افراد بھیڑ، بکری یا دنبہ خرید کر اجتماعی قربانی کریں۔ اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے لیے الگ جانور خریدنا ضروری ہے۔

اونٹ اور گائے:

اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں

❁.....جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا

فنحرنا البعير عن سبعة والبقرة عن سبعة۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۲۴)

تو ہم نے اونٹ اور گائے سات سات آدمیوں کی شراکت سے ذبح کیے۔

❁.....حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

ہم نے حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کی موجودگی میں اونٹ اور گائے سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، ابن ماجہ ص ۲۳۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مؤطا امام مالک ص ۴۹۷، مشکوۃ ص ۲۳۱)

❁.....حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوۃ ص ۱۲۷)

گائے اور اونٹ سات سات آدمیوں کی شراکت سے ذبح کیا جائے۔

⊛......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

البقرة عن سبعة (ترمذی ج اص ۱۸۱)

گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کریں۔

فائدہ: حدیث جابر رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث حسن، صحیح ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے حضرات اور دیگر ائمہ کرام مثلاً: امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا یہی مؤقف ہے۔ (ترمذی ج اص ۱۸۱)

نوٹ: واضح رہے کہ جانوروں میں حصہ ڈالنے والوں کی نیت صرف قربانی کی ہو اگر ان میں سے کسی کی نیت بھی صرف گوشت حاصل کرنے کی ہوئی تو قربانی میں نقص آئے گا بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قربانی نہیں ہوگی۔ (شرح مسلم نووی ج اص ۴۲۴)

⊛......نیز تمام حصہ داروں کا مذہب اور مسلک ایک ہونا چاہیے۔ اگر ان میں سے کوئی فرد بھی بدعقیدہ یا توہین انبیاء ورسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یا تنقیص شعائر دین کا مرتکب شامل ہو گیا تو سب کی قربانی رائیگاں جائے گی۔

⊛......اگر کوئی حصہ دار انتقال کر جائے تو اس کے ورثاء سے اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قربانی نہ ہوگی۔ (کتب فقہ)

جانوروں کی خدمت اور احترام:

اسلام نے جہاں انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا درس دیا ہے وہاں

جانوروں کے ساتھ بھی عمدہ طریقے سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان کی دیکھ بھال، چارہ وگھاس کا صحیح طریقے سے خیال رکھا جائے، ان پر بوجھ کم لادا جائے۔ یہ عام جانوروں کے متعلق ارشادات ہیں۔ تو قربانی کے جانور اسلام کے نزدیک کس قدر معزز، محترم اور قابل قدر ہوں گے؟ سطور ذیل ملاحظہ کیجیے!

⊛......قربانی کے اونٹ کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

والبدن جعلنا ها لكم من شعائر الله (الحج، ۳۶)

اور قربانی کے اونٹ کو ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔

یعنی قربانی کے لیے خریدا گیا اونٹ عام اونٹوں جیسا نہیں رہا بلکہ وہ خاص ہو گیا، اتنا خاص کہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بن گیا۔

⊛......دوسرے مقام پر قرآن پاک میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب (الحج، ۳۲)

اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ادب واحترام کرتا ہے تو یہ (ادب و احترام) دلوں کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

⊛......اللہ کی نشانیوں میں جہاں قربانی کے جانور ہیں وہاں صفا ومروہ (جن پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کے قدم لگے ہیں) کو بھی اللہ کی نشانیاں فرمایا گیا ہے۔

(البقرة، ۱۵۸)

دعوت فکر:

اب سوچیے جن پہاڑوں پر اللہ کی ایک ولیہ اور ایک نیک خاتون کے قدم لگیں

وہ تو اللہ کی نشانیاں قرار پائیں تو جہاں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے قدم اور بدن لگیں وہ جگہیں اللہ کی نشانیاں کیوں نہیں؟ فاعتبروا یااولی الابصار

فائدہ: جب صفا و مروہ اور قربانی کے جانوروں کا ادب واحترام دلوں کے تقوے کی علامت ہے تو بزرگوں کے آثار و تبرکات اور ان کا ادب واحترام بھی بالکل جائز، درست اور شریعت کے عین مطابق ہے اور ان کی تعظیم و تکریم کو شرک و ناجائز کہنا سراسر لاعلمی، نادانی اور جہالت ہے۔

جس طرح قربانی کے جانوروں کی تعظیم و تکریم اور ادب واحترام، اجر وثواب کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان کی خدمت اور تواضع بھی باعث حسنات وخیرات ہے۔

جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا نسمن الاضحیۃ بالمدینۃ و کان المسلمون یسمنون

ہم مدینہ منورہ میں قربانیوں کو خوب پالتے تھے اور دوسرے مسلمان بھی اپنی قربانی کے جانوروں کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کرتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۳)

جانور پر سوار ہونا:

یاد رہے کہ بوقت ضرورت قربانی کے جانور (اونٹ وغیرہ) پر سواری کرنا جائز ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک آدمی مکہ مکرمہ کی طرف سے اونٹ ہانکے جا رہا تھا تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا یہ قربانی کا جانور ہے تو آپ نے فرمایا: سوار ہو جا، یہ بات اس نے تین بار دہرائی آپ نے تینوں بار ہی فرمایا، سوار ہو جا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۲۹، مشکوۃ ص ۲۳۱)

یعنی اگرچہ یہ قربانی کا جانور ہے لیکن ضرورت کے وقت اس پر سوار ہونا جائز ہے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لے تو اس کی قربانی ادا نہیں ہو گی اور اسے نئی قربانی دینا پڑے گی۔

❁......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

خطبنا رسول اللہ ﷺ فی یوم نحر فقال لایذبحن احد کم حتی یصلی۔

رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز ہمیں خطبہ دیا کہ کوئی بھی نماز سے پہلے جانور ذبح نہ کرے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲، واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴)

❁......سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ذبح قبل الصلوٰۃ فانما یذبح لنفسہ ومن ذبح بعد الصلوٰۃ فقد تم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین (بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ابن ماجہ ص ۲۳۵)

جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو اس نے اپنے کھانے، پینے کے لئے جانور ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد جانور ذبح کیا، تو اس نے اپنی قربانی مکمل (طور پر ادا) کی اور مسلمانوں کے طریقے کو پا لیا۔

❁......ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال النبی ﷺ یوم النحر من کان ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد

نبی کریم ﷺ نے عید کے روز فرمایا: جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ قربانی دے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ۸۳۳، واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴)

۞......حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے پھر واپس آ کر قربانیاں دیں گے۔ جو آدمی یہ طریقہ اپنائے گا وہ ہماری سنت کو پا لے گا، اور جس نے نماز سے قبل جانور ذبح کر لیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کے لئے گوشت مہیا کیا، اس کی قربانی ہرگز نہ ہوگی۔ (بخاری ج۲ص۸۳۲، مسلم ج۲ص۱۵۴)

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، نماز سے پہلے ذبح کئے گئے جانور کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

واضح رہے اگر شہروں میں متعدد مقامات پر نماز عید ادا کی جاتی ہو تو کسی ایک جگہ نماز پڑھی جانے کے بعد اہل شہر کے لیے قربانی کرنا درست ہے۔

وہ دیہات جہاں پر نماز عید ادا نہیں کی جاتی، وہاں پر طلوع فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ جبکہ بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد قربانی کریں۔ (درمختار، فتاویٰ ہندیہ، بہار شریعت)

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

والعمل علی هذا عند اهل العلم ان لا يضحی بالمصر حتی يصلی الامام وقد رخص قوم من اهل العلم لاهل القریٰ فی الذبح اذا طلع الفجر

(ترمذی ج۱ص۱۸۲)

اہل علم کا یہ موقف ہے کہ شہر میں امام کے نماز پڑھنے سے قبل قربانی نہ کی جائے اور علماء کی ایک جماعت نے اہل دیہات کے لیے فجر سے قبل ذبح کرنے کی اجازت دی ہے

قربانی کے صرف تین دن

امت مسلمہ کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ قربانی صرف تین معلوم دنوں میں کی جا سکتی ہے، جبکہ بعض حضرات عید قربان کے مبارک موقع پر بھی امت کو اختلاف و انتشار کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ قربانی چوتھے دن بھی سنت ہے اور وہ جانور روک کر چوتھے دن قربانی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

قرآن مجید سے استدلال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ویذکروا اسم الله فی ایام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الانعام ......الآية (الحج، ۲۸)

اور وہ معلوم دنوں میں اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں۔

۱...... علامہ ابن رشد "ایام معلومات" کی وضاحت میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیل یوم النحر ویومان بعده وهو المشهور (بدایۃ المجتہد ج۱ص۳۲۲)

ایک قول یہ ہے کہ "معلوم دنوں" سے مراد عید کا اور دو دن بعد کے ہیں، اور یہی مشہور و معروف قول ہے۔

۲...... حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایام معلومات عید کا دن اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص۴۲۸)

۳...... اسی طرح مشہور مفسر حضرت امام ابوبکر جصاص رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لما ثبت ان النحر فیما یقع علیه اسم الایام و کان اقل ما یتناوله
اسم الایام ثلاثة وجب ان یثبت الثلاثة وما زادلم تقم علیه الدلالة فلم
یثبت۔ (احکام القرآن ج۳ ص۲۳۵)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں اور لفظ ایام (جمع) کی دلالت کم از کم تین پر ہے، تو تین دن یقیناً ثابت ہوگئے اور تین دن سے زائد پر کوئی دلیل نہیں پس وہ ثابت نہیں۔

❁......دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

واذکروا الله فی ایام معدودات (البقرہ،۲۰۳)

ان گنے ہوئے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ حج کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرو، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گنے ہوئے دنوں سے مراد

ثلاثة ایام یوم الاضحی ویومان بعده اذبح فی ایها شئت وافضلها اولها (تفسیر در منثور ج۱ ص۲۳۴، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۳۴ دوسرا نسخہ ج۱ ص۴۹۷ قدیمی کتب خانہ)

(قربانی کے) تین دن ہیں، ایک عید کا دن اور دو اس کے بعد، اس میں سے جس میں تو چاہے ذبح کرلے۔ لیکن پہلا دن افضل ہے۔

نوٹ: قاضی شوکانی نے بھی اس بات کو فتح القدیر ج۱ ص۲۰۶ پر نقل کیا ہے۔

❁......ابن حزم ظاہری کے بقول:

حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم دونوں سے اس آیت کی یہی تفسیر مروی

ہے کہ قربانی عید کے دن اور دو دن بعد تک ہوتی ہے۔ (المحلی لابن حزم ج۶ ص۲۴۰)

احادیث مبارکہ سے دلائل:

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ بھی یہی ہے کہ قربانی صرف تین دن تک جائز ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

❁......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ

(مؤطا امام مالک ص۴۹۷، سنن کبریٰ ج۹ ص۲۹۷، مشکوٰۃ ص۱۲۹)

عید قربان (۱۰ ذوالحجہ) کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں۔

❁......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایام النحر ثلثة ایام اولهن افضلهن

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص۱۴۸، مؤطا امام مالک ص۴۹۷، مشکوٰۃ ص۱۲۹)

قربانی کے تین دن ہیں، پہلا دن سب سے افضل ہے۔

یاد رہے کہ وہابی حضرات کے معتبر ومعتمد علیہ محدث ابن حزم ظاہری نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ان دونوں احادیث کو متعدد سندوں سے ذکر کیا ہے۔ (محلی ابن حزم ج۶ ص۴۰)

❁......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہے:

الاضحی یومان بعد یوم النحر

(عمدۃ القاری ج۲۱ ص۱۴۸، الجواہر النقی ج۹ ص۲۹۶، سنن کبریٰ ج۹ ص۲۹۷)

اس سند کے متعلق امام طحاوی، علامہ ماردینی اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کی سند جید اور عمدہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۱۴۸، الجواہر النقی ج۹ ص۲۹۶)

❁...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الاضحی یوم النحر ویومان بعدہ

(سنن کبریٰ ج۹ ص۲۹۷، زجاجۃ المصابیح ج۱ ص۴۱۳، المحلی بالآثار ج۶ ص۴۰)

قربانی عید کے دن اور اس کے بعد دو دن (دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک) ہے۔

اس روایت کے متعلق ابن حزم نے خود اقرار کیا کہ یہ سند صحیح ہے۔ (المحلی ج۶ ص۴۰)

❁...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

الاضحی ثلاثة ایام (المحلی لابن حزم ج۶ ص۴۰)

قربانی کے صرف تین دن ہیں۔

امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (المستدرک ج۴ ص۸۱)

❁...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قربانی صرف تین دن ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۱۴۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام کا موقف:

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد علیہم الرحمہ سب کا موقف یہ ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں عید کا دن اور اس کے بعد دو دن۔ (شرح مسلم نووی ج۲ ص۱۵۲)

❁...... علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک اور بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ اسی طرح امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ثوری و دیگر حضرات کا اتفاق واتحاد ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں۔ (المغنی ج۱۱ ص۱۱۴)

❁...... علامہ ابن ترکمانی بھی فرماتے ہیں:

استذکار میں ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

فقہاء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تیرہ ذوالحج کو (چوتھے دن) قربانی دینا جائز نہیں ہے۔ (الجواہر النقی ج۹ ص۲۹۷)

وہابی علماء کی تائید:

چونکہ وہابی حضرات کا نظریہ ہے کہ قربانی چوتھے دن بھی سنت ہے، اور عید قربان کے موقع پر ان حضرات کی طرف سے اشتہار بازی اور بیان بازی کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ لہٰذا پہلے ان حضرات کے "نامور علماء وفضلاء" سے صرف تین دن قربانی کا ثبوت دیا جائے گا اور بعد ازیں وہابی محققین کے قلم سے ثابت کیا جائے گا کہ چار دن قربانی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ نہایت کمزور زبردست مجروح، اور ناقابل استدلال ہیں۔

ع انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

عبید اللہ مبارکپوری کا اعتراف:

وہابی حضرات کے شارح مشکوٰۃ عبید اللہ مبارکپوری رقمطراز ہیں:

(ترجمہ) اور یہی بات (کہ قربانی صرف تین دن ہے) حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جیسا کہ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۷ میں ہے، اور ابن قیم وابن قدامہ حضرت امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیشمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے اور محدث اثرم نے حضرت ابن عباس سے بھی یہی مسلک نقل کیا ہے۔

(مرعاۃ ج ۳ ص ۳۲۲)

محمد الیاس اثری کا اقرار:

وہابی حضرات کے ایک فرد محمد الیاس اثری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی وہ روایات جن میں فرمایا گیا ہے کہ قربانی صرف تین دن تک ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ تین اقوال...... سنداً صحیح ودرست ہیں۔ (القول الانیق ص ۴۰)

فتاوے علماء حدیث:

وہابی حضرات کے معتبر ومستند فتاویٰ "فتاویٰ علمائے حدیث" میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر خلیفہ اول اور حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما عمر بھر تین دن قربانی کے قائل رہے ہیں۔ (ج ۱۳ ص ۳۴)

ابن حزم کی تصحیح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک "قربانی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے" کے متعلق وہابی حضرات کے امام ابن حزم لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

(محلی ابن حزم ج ۶ ص ۴۰)

وحید الزمان حیدر آبادی کی صراحت:

وہابی حضرات کے معتبر وحید الزمان لکھتے ہیں: امام مالک اور امام سفیان ثوری اور امام احمد اور امام ابو حنیفہ اور اکثر اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ قربانی بارہویں تاریخ تک کرنا درست ہے۔ (تیسیر الباری ج ۵ ص ۳۷۳)

ما حاصل: ان چار وہابی علماء کی عبارات سے واضح ہوگیا:

❁...... حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ساری عمر صرف تین دن تک قربانی کے قائل رہے ہیں۔

❁...... حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سنداً صحیح اور درست ہیں۔

❁...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی صحیح ہے۔

❁...... تین دن قربانی کا مسلک رسول پاک ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مؤقف ہے۔

چوتھے روز قربانی کے دلائل کا تجزیہ:

وہابی حضرات چوتھے دن قربانی پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔ سطور ذیل میں

ان کے دلائل پر تبصرہ اوران کا تجزیہ خود انہی کے ''علماء و محققین'' کے قلم سے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل: قرآن کریم کی آیت کریمہ ''واذکروا اللہ فی ایام معدودات'' کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔

جبکہ ان کے محقق ابن حزم ایسی روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

لاادری لعله وھم (محلی ابن حزم ج ۶ ص ۴۰)

میں نہیں جانتا شائد کہ یہ روایت وہم اور غلط فہمی ہے۔

دوسری دلیل: ''کل ایام التشریق ذبح'' یعنی تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔

یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے جبکہ:

❁...... وہابیوں کے مایہ ناز امام، حافظ ابن قیم اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ لیکن یہ حدیث منقطع ہے، اس کا وصل ثابت نہیں ہوسکتا۔

❁...... مزید لکھتے ہیں:

یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم کی حدیث سے مروی ہے اور اس میں انقطاع (اور خلل) ہے۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۳۴۰)

❁...... وہابی محدث شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

امام احمد اور مصنف دار قطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث کو سلیمان بن موسیٰ

سے، اور انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ کی حضرت جبیر بن مطعم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ (التعلیق المغنی ج ۴ ص ۲۸۴)

نوٹ: حافظ ابن کثیر اور امام بیہقی نے بھی اس حدیث پر یہی اعتراض کیا ہے کہ راوی سلیمان بن موسیٰ کی حضرت جبیر سے ملاقات نہیں ہوئی۔

(نصب الرایۃ ج ۳ ص ۶۹، ج ۴ ص ۵۰۵)

❁...... وحید الزمان حیدر آبادی نے اس روایت کے ایک دوسرے راوی ابو حسین کے متعلق بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت جبیر کا دور نہیں پایا اور ان سے ملاقات نہیں کرسکا۔ (نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ج ۴ ص)

❁...... اسماعیل سلفی غیر مقلد وہابی لکھتے ہیں:

جبیر بن مطعم کی حدیث مختلف طریق سے، مقطوع، مرفوع، ثقات، ضعاف سب سے مروی ہے، تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۶۹)

❁...... مزید لکھا ہیں: جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۷۱)

یعنی یہ حدیث نہایت ضعیف اور زبردست کمزور ہے اس پر اس مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ تمام طرق میں نقص اور خرابی ہے۔

❁...... وہابی محقق محمد بشیر سہوانی نے زوردار الفاظ میں اس حدیث کے متعلق اپنا درج ذیل فیصلہ سنایا ہے:

ان کی دلیل حدیث جبیر بن مطعم ہے، جس میں زیادت ہے ''وفی کل ایام التشریق ذبح'' جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے، اگر کسی طریق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے لیکن انقطاع باقی رہتا ہے، کیونکہ کوئی طریق راجح، انقطاع سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر کسی طریق کو ترجیح نہ دی جائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حافظ نے تخریج ہدایہ میں لکھا ہے:

اخرجہ الدار قطنی من وجھین آخرین موصولین فیھما ضعف انتھی

پس دونوں طریق کی وجہ سے اس حدیث کو تقویت ہو جائے گی تو جواب یہ ہے کہ یہ کوئی جدید طریق نہیں ہیں بلکہ موجبہ اضطراب میں جو سبب ضعف ہیں داخل ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس باب میں ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے، یہ دونوں روایتیں حدیث جبیر بن مطعم کی سند کی تقویت کے لئے کافی ہیں تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابی ہریرہ وابو سعید موضوع ہیں یا شدید الضعف، اس لئے تقویت نہیں کر سکتی ہیں اور منقطع ومضطرب، جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۷۸)

نوٹ: زبیر علیزئی اور غلام مصطفےٰ ظہیر نے بھی اس روایت پر خوب جرح کی ہے۔ مکمل مضمون آئندہ صفحات پر درج ہے۔

تیسری اور چوتھی دلیل: اس سلسلہ میں دو مزید روایتیں پیش کی جاتی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما کے نام سے ذکر کی جاتی ہیں ان روایات کے متعلق

مذکورہ بالا سطور میں سہوانی صاحب کے حوالے سے گزرا کہ

اولاً...... تو یہ روایات موضوع، من گھڑت اور جعلی ہیں۔

ثانیاً...... یہ شدید ضعیف اور کمزور ہیں، جو قابل حجت نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ وہابی محقق شمس الحق عظیم آبادی نے بھی ان روایات کو شدید ضعیف کہا اور پھر امام ابن ابو حاتم کے حوالے سے لکھا کہ اس اسناد کے ساتھ یہ روایتیں موضوع اور من گھڑت ہیں، جن کو کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (التعلیق المغنی ج ۴ ص ۲۸۴)

حاصل کلام: وہابی حضرات کے تبصرہ جات سے واضح ہوا کہ چوتھے دن قربانی کے متعلق جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ

❁...... وہم اور غلط فہمی کا نتیجہ ہیں

❁...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت کا متن غیر محفوظ ہے۔

❁...... اس کی سند مضطرب ومنقطع ہے۔

❁...... اس کے راویوں کی حضرت جبیر سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

❁...... اس کی کوئی سند درست اور صحیح نہیں۔

❁...... ہر سند اور طریق میں کچھ نہ کچھ نقص اور خرابی ضرور ہے۔

❁...... اس روایت پر قطعاً بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

❁...... حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید کے حوالہ سے پیش کردہ روایات بالکل ضعیف، کمزور، موضوع اور من گھڑت ہیں۔

چنانچہ جن روایات پر اس قدر اعتراضات وتنقیدات ہوں ایسی روایات کے پیش

نظر صحیح احادیث کو ترک کر کے چوتھے دن قربانی کے جواز کا فتویٰ کیسے دیا جاسکتا ہے؟

چوتھے دن قربانی سنت نہیں:

۱......وہابی حضرت کے ''شیخ الکل، فی الکل، مفتی اعظم'' ابوالبرکات احمد کا ایک فتویٰ درج کیا جارہا ہے، جو اس سلسلہ کی ایک فیصلہ کن تحریر ہے۔

کسی سائل نے ان سے سوال کیا کہ اگر ایک آدمی جان بوجھ کر چوتھے دن قربانی کرتا ہے، اور دلیل یہ دیتا ہے کہ چوتھے دن قربانی سنت ہے، لہٰذا میں سنت کو زندہ کرتا ہوں، اور سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ آپ بتائیں! کیا وہ آدمی سنت کو زندہ کر کے سو شہید کے ثواب کا حقدار ہے یا نہیں؟......

اس سوال کے جواب میں ''مفتی'' ابوالبرکات احمد نے ایسے آدمی کی سخت تردید کی جو چوتھے روز قربانی کو سنت کہتا ہے اور کہا کہ ''اس آدمی کا عمل نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے''۔ آخر میں لکھتے ہیں

''نبی ﷺ نے تیسرے اور چوتھے دن کبھی بھی قربانی نہیں کی لہٰذا یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور مردہ سنت کو زندہ کرنے والی بات غلط ہے اور جاہلوں والی بات ہے، جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے''۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۸۰)

۲......محمد الیاس اثری نے لکھا ہے:

یہ بات ملحوظ رہے کہ یوم النحر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کی قربانی افضل، اعلیٰ اور اولیٰ ہے'' اور آنحضرت ﷺ کی دائمی سنت اور زندگی کا معمول ہے۔

(بخاری، القول الانیق ص ۳)

۳......محمد اعظم غیر مقلد نے لکھا ہے:

''قربانی عید کے دن افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ہمیشہ عمل یہی تھا کہ آپ نے عید کے دن ہی قربانی کی بلکہ سو اونٹ کی قربانی بھی آپ نے پہلے دن ہی کی اس لیے افضل پہلا دن ہے''۔ (مسائل قربانی ص ۳۹)

گفتگو کا نتیجہ: ان تین وہابی ''علماء و محققین'' کی عبارات سے یہ نتیجہ نکلا:

- ❁...... پہلے دن قربانی کرنا افضل، اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔
- ❁...... حضور ﷺ کی دائمی سنت اور ہمیشہ کا معمول پہلے دن قربانی کرنا ہے۔
- ❁...... سو اونٹ کی قربانی بھی حضور ﷺ نے پہلے دن ہی فرمائی تھی۔
- ❁...... جو آدمی چوتھے دن قربانی کرے اس کا عمل حضور ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔
- ❁...... چوتھے دن کی قربانی کرنا آپ کی سنت نہیں بلکہ خلاف سنت ہے۔
- ❁...... چوتھے دن قربانی کو سنت کہہ کر سنت کو زندہ کرنے کا دعویدار غلط بات کرتا ہے۔
- ❁...... کیونکہ جب چوتھے دن قربانی سنت ہی نہیں تو وہ کس سنت کو زندہ کرے گا؟
- ❁...... ایسا آدمی جاہلوں والی بات کرتا ہے۔
- ❁...... چوتھے دن قربانی کو سنت کہنا یہ ایسی بات ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں۔

مخلصانہ گذارش:

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ چوتھے دن قربانی کے دلائل ضعیف اور کمزور نہیں۔ تو بھی احتیاط اسی میں ہے کہ قربانی انہی دنوں میں کی جائے جن دنوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے، اور وہ صرف پہلے تین دن ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے چوتھا دن کم

ازکم مشکوک ضرور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اتنی رقم خرچ کرکے، اتنی محنت وکوشش اور جانوروں کی اس قدر خدمت وتواضع کے بعد بھی اگر قربانی شک وشبہ کی نظر ہو جائے تو یہ محنت، یہ کوشش، یہ خدمت اور اتنی رقم کس کام آئی؟

لہٰذا خوب سوچ لیں! کہیں آپ کی قربانی ضائع نہ ہو جائے۔

؎ میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

کیا قربانی واجب ہے؟

فقہاء ومحدثین کے اقوال:

عید قربان کے موقع پر دی جانے والی قربانی کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ میں واردشدہ ترغیب وترہیب اور تاکید وتشدید کے پیش نظر امت مسلمہ کے جلیل القدر فقہاء محدثین، مفسرین ومحققین میں اسکے وجوب کے بھی قائل ہیں اور بعض سنت مؤکدہ ہونے کے۔

❁...... حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

امام ربیعہ، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ اور امام لیث بن سعد فرماتے ہیں "ھی واجبۃ علی الموسر" قربانی واجب ہے ہر اس شخص پر جو مالدار ہو۔ بعض مالکی فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں، امام اوزاعی بھی مالدار پر قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں سوائے حاجی کے منی میں اور امام محمد بن حسن کہتے ہیں یہ شہروں میں مقیم لوگوں پر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے مشہور موقف یہی ہے کہ وہ مالکِ نصاب مقیم پر قربانی کو

واجب قرار دیتے ہیں۔ (نووی شرح مسلم ج۲ ص ۱۵۴)

❁...... علامہ بدرالدین بعلی حنبلی فرماتے ہیں:

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے قربانی کے متعلق دو قول ہیں جن میں ایک قول قربانی کے وجوب کا ہے۔ (مختصر الفتاوی المصریہ ص ۵۲۲)

❁...... امام ابوسلیمان احمد بن خطابی شافعی نے حضرت امام ابراہیم نخعی کے متعلق بھی نقل کیا کہ آپ بھی وجوب قربانی کے قائل ہیں۔ (معالم السنن ج۴ ص ۹۴)

❁...... حافظ ابن رشد مالکی نے امام مالک سے ایک روایت قربانی کے وجوب کی نقل کی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ (بدایۃ المجتہد ج۱ ص ۴۴۸)

❁...... شمس الائمہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے (احناف کے) نزدیک امیروں اور اقامت گزینوں (جو مسافر نہیں) پر قربانی واجب ہے...... اس سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فصل لربك وانحر" اپنے رب کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ (یہ حکم ہے) اور امر، وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ قربانی نہ کرنے پر وعید (دھمکی) کا ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب قربانی واجب ہو۔

(المبسوط ج۲ ص ۹،۸، بحوالہ شرح صحیح مسلم ج۶ ص ۱۲۹ از علامہ سعیدی)

❁...... حضرت علامہ ملاعلی قاری فرماتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے دونوں شاگرد (امام ابو یوسف وامام محمد) اس بات کے قائل ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، جبکہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خود اس کے وجوب کے قائل ہیں، اور آپ اقامت (اپنے شہر میں ہونا) اور نصاب (اتنا مال کہ جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے) کو وجوب قربانی کے لئے معتبر مانتے ہیں۔ حضرت امام صاحب علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسلسل دس سال تک قربانی دی ہے، اور آپ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قربانی لوٹانے کا حکم دیا جنھوں نے عید کی نماز سے قبل جانور ذبح کر لیے تھے۔ آپ کا انہیں دہرانے کا حکم دینا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ دلیل بھی وجوب قربانی کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو آدمی طاقت و وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۳۰۲)

❁......صاحب ہدایہ نے بھی ہر آزاد، مقیم، خوش حال مسلمان پر قربانی کو واجب کہا ہے۔ (الہدایہ مع نصب الرایۃ ج ۴ ص ۴۹۶)

❁......امام ابوداؤد نے لکھا ہے:

باب فی ایجاب الاضاحی (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹)

یعنی قربانی کے واجب ہونے کا بیان۔

❁......امام ابوبکر جصاص کہتے ہیں:

فصل لربك وانحر کی دوسری تاویل سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۵)

غیر مقلد علماء کی آراء:

غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ

میں اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۸ پر بھی قربانی کے وجوب پر ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین کے اقوال مبارکہ نقل کیے ہیں۔

❁......نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن بھوپالوی نے عرف الجادی ص ۲۴۱ پر قربانی کو واجب کہا۔

❁......وحید الزمان حیدرآبادی نے ایک قول قربانی کے واجب ہونے کا لکھا ہے۔ نزل الابرار ج ۳ ص ۹۵۔

❁......وہابی حضرات کے ترجمان ”ماہنامہ الدعوہ“ میں حافظ سیف اللہ نے ”قربانی اور اس کا سبق“ کے عنوان سے مضمون لکھا جس میں یہ بات واضح لکھی ہے کہ:

”مضبوط و محکم دلائل کی رو سے اہل استطاعت کے لئے قربانی وجوب کے درجہ تک پہنچتی ہے“۔ (مجلہ الدعوہ، بابت ۱۹۹۲)

❁......وہابی حضرات کے ”مجتہد العصر“ حافظ عبداللہ روپڑی تو قربانی کو اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ قرض لے کر قربانی کرنی پڑے تو تب بھی قربانی کرنی چاہیئے۔

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۸۰)

❁......محمد نواز غیر مقلد نے قربانی کو فرض قرار دیا ہے۔ (خطبات نواز ج ۱ ص ۵۲۷، ۵۲۷)

مسافر کی قربانی:

صحاح ستہ میں مسافر کے متعلق دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ بعض میں یہ ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حالت سفر میں بھی قربانی دی ہے۔ جیسا کہ روایات گزر چکی ہیں اور بعض روایات میں یہ بات بھی موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حالت سفر میں قربانی نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج۴ص۳۸۲، نصب الرایہ ج۴ص۵۰۳،۵۰۲)

ان روایات میں تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، لیکن اگر کرلے تو ثواب پائے گا۔

نوٹ: قربانی صرف مرد پر ضروری نہیں اگر عورت طاقت، وسعت اور دولت رکھتی ہے تو قربانی کا حکم اس پر بھی عائد ہوگا۔ لہٰذا وہ الگ سے قربانی کرے گی۔

قربانی، صرف جانور کا خون بہانے سے ادا ہوگی:

قربانی کے متعلق یہ بات لازم ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی صرف اسی صورت میں ادا ہوگی کہ جانور خدا کے نام پر ذبح کیا جائے، اگر کوئی آدمی جانور خریدنے کی بجائے اتنی رقم غریبوں کی امداد، جہاد اور رفاہی امور کے لئے کسی کو دے دیتا ہے تو اس کی قربانی قطعاً ادا نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

❁ ...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دسویں ذوالحجہ کو ابن آدم (مسلمان) کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں۔

(ترمذی ج۱ص۱۸۰، ابن ماجہ ص۲۳۳، مشکوٰۃ ص۱۲۸، المستدرک ج۵ص۱۴۶)

❁ ...... دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

عید قربان کے دن جو رقم قربانی کے لیے خرچ کی جاتی ہے اس سے زیادہ کوئی

رقم اللہ کو محبوب نہیں۔ (مجمع الزوائد ج۴ص۲۰، الترغیب والترہیب ج۲ص۱۵۵)

❁ ...... ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

عید کے دن سب سے پہلا کام جو ہم انجام دیں گے وہ نماز کے بعد قربانی ہے، جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(بخاری ج۲ص۸۳۲، مسلم ج۲ص۱۵۴، مشکوٰۃ ص۱۲۶)

اگر بعض نادانوں کے بقول جانوروں کو ذبح کرنا ظلم وستم اور جان تلفی و نسل کشی ہوتا تو محبوب دو جہاں، رحمت عالمیاں، چارہ گر بیکساں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کبھی یہ عمل نہ کرتے آپ ﷺ کا اس عمل کو دائمی اپنانا اور اس کا حکم دینا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جانوروں کو ذبح کرنا ہی قربانی ہے اور یہ عمل ظلم وستم اور جان تلفی اور فضول خرچی کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا۔

قربانی ایک اسلامی یادگار ہے:

ہر قوم کے کچھ شعار اور کچھ علامات ہوتی ہیں، ان کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر سالہا سال گزر جانے کے باوجود انہیں برقرار وسلامت رکھا جاتا ہے، اس وقت اس یادگار پر خرچ ہونے والی رقم کو نہیں دیکھا جاتا، مثلاً ہمارے ملک پاکستان کے سرکاری مراکز اور تعلیمی اداروں پر جو لاکھوں کی تعداد میں جھنڈے لہرائے جاتے ہیں، علاوہ ازیں ملکی، ملی اور تاریخی یادگاروں پر استعمال ہونے والی دولت ہرگز ضائع نہیں، تو اسلامی دینی اور ایمانی یادگاروں پر خرچ ہونے والی دولت بھی قطعاً فضول وبیکار نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی، حضور ﷺ کی تابعداری اور دونوں جہاں میں سرخروئی کا باعث ہے۔

قربانی نسل کشی نہیں:

قربانی موت نہیں، بلکہ ایک حیات ابدی کا نام ہے۔ قربانی دینے والے مرتے نہیں، بلکہ ایک لاشعوری حیات سے سرفراز ہوجاتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جانور ذبح کرنے سے نسل ختم ہوجاتی ہے تو یہ مفروضہ بھی مبنی برنادانی ہے کیونکہ عام مشاہدہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قربانی دینے کے علاوہ سارا سال حلال گوشت کی غرض سے جانوروں کے ذبح ہونے کے باوجود آج تک قربانی کے جانوروں میں کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر دن بدن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

قربانی صرف مکہ سے خاص نہیں:

قرآن اور حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ سے خاص نہیں مسلمان جس خطے اور جس علاقے میں بھی ہوں انہیں قربانی کا فریضہ ادا کرنا چاہیے ، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فصل لربك وانحر (الکوثر،۲) ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو'' یہ حکم صرف حضور اکرم ﷺ کیلئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ اس صریح حکم میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں نہ تو قربانی کو مکہ مکرمہ سے مقید کیا گیا ہے اور نہ حاجی سے خاص کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں میں بھی قربانی فرمائی ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں!

❀...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بے شک نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں کبھی اونٹوں کی قربانی فرماتے اور جب اونٹ نہ ملتے تو مینڈھے قربانی فرماتے۔ (سنن کبریٰ ج۹ص۲۷۲)

❀...... حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ضحى بالمدينة بكبشين اقرنين املحين

(ابوداود ج۲ص۳۰ واللفظ لہ، بخاری ج۱ص۲۳۱)

یعنی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے قربانی کیے۔

❀...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بنو رزیق (انصار مدینہ کا ایک قبیلہ) کی گلی کے کنارے پر اپنے ہاتھ سے چھری کے ساتھ قربانی فرمائی۔ (ابن ماجہ ص۲۳۵)

❀...... حضرت کلیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک وفد فارس کے علاقہ میں کفار سے جنگ لڑ رہا تھا کہ قربانی کے دن آ گئے ہمیں پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ ہمیں سال بھر کی بکریاں دستیاب نہ ہوسکیں، تو حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر بکریاں نہیں ملتیں تو کیا حرج؟ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ چھ ماہ سے زائد عمر کے مینڈھے کی قربانی بھی جائز ہے، لہٰذا اس کی قربانی کرلو!

(المستدرک ج۵ص۱۵۰، نسائی ج۲ص۲۰۳، سنن کبریٰ ج۹ص۲۷۰، ابن ماجہ ص۲۳۴ ماخوذ)

ذبح کے آداب

ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، اگر

بچہ سمجھ دار ہو تو وہ بھی ذبح کر سکتا ہے۔ اگر قربانی دینے والا ذبح کے طریقے کو بخوبی جانتا ہو تو خود ذبح کرے، ورنہ کسی متقی، پرہیز گار اور نیک سیرت آدمی سے ذبح کرائے، اور قربانی دینے والا آدمی، جانور کے قریب کھڑا ہو کیونکہ حضور اکرم ﷺ خود اپنے دست مبارک سے اپنی قربانی ذبح فرمایا کرتے تھے اور جب آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی کے قریب کھڑی ہو جائیں۔ جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں، چھری وغیرہ کو اچھی طرح تیز کر لیا جائے تا کہ جانور کی رگیں آسانی سے کٹ جائیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جانور ذبح کرنے لگو تو چھری اور ذبح کے آلہ کو اچھی طرح تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۲۳۶، نسائی ج ۲ ص ۲۰۶، مشکوٰۃ ص ۳۵۷)

اور یہ احتیاط ملحوظ خاطر رہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری کو تیز کیا جائے۔ ایک آدمی بکری کو لٹا کر چھری تیز کرنے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اسے سختی سے ڈانٹا کہ کیا اس بے چاری کو کئی موتیں دے گا؟ جانور لٹانے سے پہلے چھری تیز کیا کرو۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۳۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۸)

حدیث میں چھری تیز کرنے اور اسے جانور سے چھپانے کا حکم ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۶، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۸)

کیا عورت ذبح کر سکتی ہے؟:

اگر عورت ذبح کے طریقہ کو بخوبی جانتی ہو تو، جانور ذبح کر سکتی ہے۔

ایک عورت نے بکری ذبح کی تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا: تو آپ نے

فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اسے کھالو۔ (مؤطا امام مالک ص ۴۸۹، بخاری ج ۲ ص ۸۲۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیا کہ وہ خود جانور ذبح کیا کریں۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۴)

فقیہ اعظم مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عورت ایمان دار باقاعدہ ذبح کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۰۸)

جانور کہاں ذبح کریں؟:

قربانی کے لیے کوئی مخصوص مقام نہیں ہے۔ عیدگاہ کے قریب کریں یا گھر، گلی اور حویلی میں، ہر طرح درست ہے...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ يذبح وينحر بالمصلى

رسول کریم ﷺ عیدگاہ میں جانور کو ذبح اور نحر فرماتے تھے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ واللفظ لہ، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۷، نسائی ج ۲ ص ۲۰۲)

❁...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عیدگاہ میں قربانی کیا کرتے تھے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲)

سابقہ روایات میں موجود ہے کہ آپ نے اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی جانور ذبح فرمایا (المستدرک ج ۴ ص ۲۲۲، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۳) اور مدینہ منورہ کے بنو زریق محلہ کی ایک گلی کے کونے پر بھی۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۵)

ذبح کا طریقہ:

مذکورہ بالا آداب کے بجالانے کے بعد جانور کو پکڑیں اور بائیں پہلو پر لٹا کر

اسے قبلہ رخ کرلیں۔اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر جلدی سے اس کے گلے کی رگیں کاٹ دیں۔مندرجہ ذیل چار رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔

حلقوم......وہ رگ جس کے ذریعے سانس آتا جاتا ہے۔

مری......وہ رگ جس کے ذریعے خوراک اندر جاتی ہے۔

ودجان......گردن کے اردگرد خون کی دو رگیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الذکاۃ مابین اللبۃ واللحیتین (دار قطنی ص ۵۴۴)

دو جبڑوں اور سینہ کے بالائی حصہ کی درمیانی جگہ کا کاٹنا ذبح ہے۔

مستحب یہ ہے کہ گائے، بکری، دنبہ اور مینڈھا وغیرہ ذبح کیا جائے اور اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

ذبح کے وقت کی دعا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفاً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ (عَنِّیْ اَوْعَنْ فُلَانٍ) پھر اسے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھ کر ذبح کردیں۔

کھال کب اتاریں؟:

جب جانور کی حرکت رک جائے اور سانس کا سلسلہ ختم ہو جائے، تب اس کی کھال کو اتارا جائے۔اس سے پہلے کھال ہرگز نہ اتاریں۔۔۔کیونکہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جانور کا سانس بند ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنے اور اس کا گوشت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

(الھدایہ مع نصب الرایۃ ج ۴ ص ۵۱۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴)

بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ پر بھی اس کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔

❁......قربانی کا جانور، ذبح سے قبل یا ذبح کے وقت بچہ جن دے تو اسے بھی ذبح کردیا جائے۔اس بچے کا گوشت استعمال کرنا بالکل درست اور صحیح ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴، ۳۵، مشکوٰۃ ۳۵۸، ابن ماجہ ص ۲۳۸)

گوشت کی تقسیم:

جب گوشت تقسیم کیا جائے تو اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اونٹ اور گائے میں جو سات افراد شریک ہیں وہ ان کے گوشت کو سات حصوں میں برابر تقسیم کریں۔بہتر یہ ہے کہ ترازو وغیرہ سے وزن کر کے شرکاء میں بانٹ لیں۔بھیڑ، بکری یا دنبہ کی قربانی دینے والے، اور گائے یا اونٹ سے اپنا حصہ لینے والے کو مکمل اختیار ہے کہ اگر اس کے اہل عیال زیادہ ہیں تو وہ سارا گوشت گھر بھی رکھ سکتا ہے۔لیکن مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں، ایک حصہ گھر والوں کے لیے، دوسرا حصہ دوست واحباب کو بھیج دیا جائے اور ایک حصہ غرباء ومساکین میں تقسیم کردیا جائے۔

قربانی کا گوشت خود کھانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر (الحج، ۳۶)

(قربانی کے جانوروں کا گوشت) خود بھی کھاؤ فقیروں اور مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

❁......امام مالک فرماتے ہیں: معتر سے مراد زائر یعنی سوال کے لیے آنے والا ہے۔ اور قانع، ضرورت مند ہوتا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۴۹۳)

اس آیت سے جہاں یہ واضح ہوگیا کہ قربانی کا گوشت غریبوں اور فقیروں کو بھی کھلانا چاہیے وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ قربانی کرنے والا آدمی خود بھی اپنی قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے۔

❁......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے (دورانِ سفر) ایک قربانی فرمائی تو مجھے اس کا گوشت بنانے کا حکم فرمایا۔ میں مدینہ منورہ واپس آنے تک وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا۔

(مسلم ج ۲ ص ۱۵۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳)

❁......اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مدینہ منورہ میں ہم لوگ قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، تو آپ ﷺ سے تناول فرماتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵)

❁......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق میں نے ہر اونٹ کا تھوڑا تھوڑا حصہ لیا، اسے ہنڈیا میں پکا کر آپ کی بارگاہ میں پیش کیا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور اکرم ﷺ نے مل کر کھایا اور شوربے کا ذائقہ پسند کیا۔

(ابن ماجہ ص ۲۳۵، مسلم ج ۱ ص ۳۹۹، نصب الرایہ ج ۳ ص ۵۷)

جانور کی کھال اور دیگر اشیاء کا حکم:

قربانی کے جانور کی کسی چیز کو ہرگز بیچا نہ جائے۔ اگر کوئی چیز غلطی سے بیچ دی گئی ہو تو اس کی قیمت کو اپنے پاس نہ رکھیں بلکہ غریبوں کو صدقہ کردیں۔ اگر اس کے بال کٹوائے جائیں تو انہیں بھی فروخت نہ کریں، اسی طرح اس کی جھل، لگام اور گلے میں ڈالا ہوا پٹہ، پاؤں میں ڈالے ہوئے گنگھرو اور دیگر تمام اشیاء کو صدقہ کردیں۔ جانور کی کھال بھی صدقہ کردی جائے۔

❁......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ

جس نے اپنی قربانی کی کھال کو بیچا اس کی قربانی نہیں ہوگی۔

(سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۴، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۳، المستدرک ج ۲ ص ۳۸۹)

❁......حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ جانور کی کھالیں اور لگامیں وغیرہ صدقہ کرو۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۳۱، ۲۳۰، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۳، ابن ماجہ ص ۲۳۵)

❁......قربانی کے جانور کی کوئی چیز بھی فروخت نہ کی جائے (سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۴)

فقہاء کے نزدیک قربانی کے گوشت اور کھال کا ایک ہی حکم ہے۔

❁......صاحب ہدایہ امام مرغینانی رقمطراز ہیں:

واللحم بمنزلۃ الجلد فی الصحیح (ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۹)

اور (قربانی کا) گوشت کھال کے در حکم میں ہے۔

صحیح مسلک کے مطابق جس طرح گوشت غریب، مسکین اور امیر کبیر آدمی کو دیا جاسکتا

ہے یونہی جانور کی کھال بھی غریبوں کی طرح امیروں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ مسجد میں بھی قربانی کی کھال دینا جائز ہے۔

❁......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے......اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لیے داموں کو فروخت کی تو دام بھی براہ راست صرف کیے جاسکتے ہیں۔

(عرفان شریعت ج ۲ ص ۱۶)

❁......بہار شریعت حصہ ج ۱۵ ص ۱۴۸ میں ہے:

قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لایا جاسکتا ہے اور ہوسکے تو کسی نیک کام کے لیے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے۔

❁......فتاویٰ مظہری ص ۱۵۸ میں ہے:

قربانی کی کھالیں...... مسجد کی ضروریات میں صرف کرسکتے ہیں۔

❁......فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۸۸ قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے۔

❁......فتاویٰ نعیمیہ ج ۱ ص ۴۹۳ میں ہے:

قربانی کی کھال فروخت کرنے سے پہلے بوجہ نفلی صدقہ ہر طرح مستعمل ہوسکتی ہے خواہ بعینہٖ کھال استعمال کی جائے یا کسی غیر مستہلک منفعت والی چیز کے بدلے سے اور خواہ قربانی والا اپنے مصرف میں لائے۔ یا کوئی بھی امیر یا غریب یا مسجد یا ادارے میں استعمال ہو۔ مثلاً کھال کے بدلے کوئی کپڑا، اینٹ لکڑی وغیرہ لے لی جائے اس کو گھر میں برتو یا مسجد وغیرہ میں شرعاً بالکل جائز ہے۔ (از محمد اقتدار خاں نعیمی)

مزید تفصیل شرح صحیح مسلم سعیدی ج ۶ ص ۱۵۴ پر ملاحظہ ہو!

اور امام مسجد و خطیب کو بھی بطور ہدیہ دی جاسکتی ہے بطور اجرت یا تنخواہ کے نہیں۔ اگر اجرت یا تنخواہ کے طور پر دی جائے گی تو قربانی نہ ہوگی۔

❁......جانور کی کھال ذبح کرنے والے شخص کو ذبح کی اجرت کے طور پر ہرگز نہ دیں۔

❁......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قربانی کی کھال کو نہ بیچو اور ذبح کرنے والے آدمی کو کھال اجرت میں نہ دو!

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم جس آدمی سے ذبح کراتے تھے اسے اپنی طرف سے اجرت الگ دیتے تھے۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۵۱۴)

گوشت ذخیرہ کرنا:

بہتر تو یہی ہے کہ قربانی کا گوشت جمع نہ کیا جائے بلکہ دوست واحباب اور غرباء میں تقسیم کردیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال کے لیے گوشت جمع کرنا چاہے، تو شرعی لحاظ سے وہ گوشت ذخیرہ کرسکتا ہے۔ ابتداء میں حضور اکرم ﷺ نے تین دن سے زائد دنوں تک گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا اور آئندہ سال اجازت فرمادی کہ اگر کوئی مسلمان تین دن سے زائد دنوں تک گوشت جمع کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔۔۔ملاحظہ ہو!

❁......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تین دن کے بعد گوشت نہیں کھاسکتے، اس کے بعد دوسرے سال فرمایا اپنی قربانیوں کا گوشت کھا بھی سکتے ہو، جمع بھی کرسکتے ہو اور ذخیرہ بھی بناسکتے ہو (مسلم ج ۲ ص ۱۵۸، المستدرک ج ۴ ص ۲۳۲)

❁......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے مدینہ منورہ کے

باشندوں کو ارشاد فرمایا: اے اہل مدینہ! تین دن کے بعد گوشت نہ کھایا کرو۔ تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: حضور! ہمارے اہل وعیال ہیں، خادم اور تعلق دار ہیں (ہمیں تین دن سے زیادہ کی اجازت مل جائے) تو آپ نے فرمایا: کلوا واطعموا واحبسوا وادخروا (مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، المستدرک ج ۴ ص ۱۵۷)

کھاؤ، کھلاؤ، جمع کرو، ذخیرہ بناؤ (تمہیں اجازت ہے)

❁......اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت نبیشہ ھزلی رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے پر پابندی عائد ہوئی تو اگلے سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پچھلے سال والی پابندی اس سال بھی قائم ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اس سال لوگوں کو گوشت کی تنگی تھی اب فراخی اور وسعت پیدا ہو چکی ہے لہٰذا اب وہ پابندی اٹھالی گئی ہے، تمہیں اجازت ہے قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ بھی بنا سکتے ہو۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ۳۳، ابن ماجہ ص ۲۳۵)

❁......متعدد صحابہ کرام سے بھی اس مفہوم کی روایات ملتی ہیں۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲)

پورے گھر کی طرف سے اجتماعی قربانی:

اگر خاندان کا سربراہ ایک ہو، سب کا مال و دولت ایک آدمی کے ہاتھ ہو، اور سب کا خزانہ اکٹھا ہو تو گھر کے سربراہ پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر علیحدہ علیحدہ خزانہ ہو گا تو پھر ہر ایک پر الگ الگ قربانی ضروری ہوگی۔ اور اگر اہلِ خانہ صاحب نصاب نہیں ہیں تو پھر ایک قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔

❁......حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان اهل البيت يضحون بالشاة والشاتين ......الحديث

(ابن ماجہ ص ۲۳۴)

ایک گھر والے ایک بکری اور دو بکریاں بھی قربانی کر لیا کرتے تھے۔

❁......اور حضرت عطاء بن یسار علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: كيف كانت الضحايا فيكم على عهد رسول الله صلى الله عليه قال كان الرجل في عهد النبي ﷺ يضحي بالشاة عنه وعن اهل بيته فيا كلون ويطعمون۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۴)

عہد نبوی میں تمہارے درمیان قربانیوں کا طریقہ کیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ دور نبوت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بکری ذبح کیا کرتا تھا، تو وہ اسے کھاتے پیتے تھے۔

میت کی طرف سے قربانی:

گزشتہ احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ قربانی کے ثواب میں فوت شدگان کو شامل کرنے کا طریقہ درج ذیل ہیں:

جانور خرید کر اپنے کسی بھی فوت شدہ رشتہ دار کی طرف سے قربانی کی جائے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچا دیا جائے۔ اگر جانور پر کسی فوت شدہ بزرگ، عزیز اور رشتہ دار کا نام ذکر کیا جائے تو اس سے جانور حرام نہیں ہوتا۔ اگر غیر اللہ کا نام آجانے سے جانور حرام ہو جاتا تو حضور اکرم ﷺ قربانی کے جانوروں پر اپنا، اپنی آل اور اپنی

امت کا نام ہرگز نہ لیتے۔۔۔

یاد رہے یہ طریقہ تب اپنایا جائے گا جب آدمی پہلے اپنی طرف سے جانور قربانی کرے اس کے بعد اگر وسعت اور طاقت ہو تو پھر کسی بھی بزرگ یا رشتہ دار کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر میت نے قربانی کی وصیت کی ہو تو پھر قربانی کا سارا گوشت فقرا میں تقسیم کرنا ضروری ہے، ورنہ خود بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ (ترمذی ج ا ص ۱۸۱)

اشیاء خورد و نوش پر تلاوت:

حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے جانور پر آیات قرآنیہ کی تلاوت بھی فرمائی ہے مثلاً: انی وجهت وجهی للذی...... الخ اور ان صلوتی ونسکی ...... الخ وغیرہ۔ جس سے واضح ہوا کہ کھانے والی اشیاء پر قرآن کی تلاوت کرنا برکت کا سبب ہے۔ اس کی مخالفت کرنا سراسر نادانی ہے۔

حرف آخر:

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خلوص، پیار اور محبت و عقیدت سے قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی جیسا مبارک عمل سرانجام دینے کی توفیق عنائت فرمائے اور اپنے محبوب، طالب ومطلوب، رسول مکرم ﷺ کے طفیل تمام مسلمانوں کی قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازے!۔۔۔ آمین بحق سید المرسلین علیه التحية والتسليم وعلى آلهواصحابه وامته اجمعين الى يوم الدين



ضمیمہ

اہلسنت کے مقابلہ میں چوتھے دن قربانی کرنے والوں کے لیے دعوت فکر

قربانی کے صرف تین دن

چوتھے دن قربانی والی کوئی صحیح حدیث نہیں۔

وہابی "علماء ومحققین" کا واشگاف اعلان

اس مسئلہ پر وہابیوں کے "ذہبی دوراں، فضیلۃ الشیخ حافظ" ابوطاہر زبیر علی زئی وہابی، نجدی، مدیر ماہنامہ الحدیث حضرو (اٹک) کے چار مضمون درج ذیل ہیں۔

(1) قربانی کے تین دن ہیں

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ...... محترم الشیخ صاحب! میرے اس خط اور میرے مندرجہ ذیل سوال کو ماہنامہ "الحدیث" میں شائع کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس سلسلے میں ہفت روزہ اہل حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

فضیلۃ الشیخ نے لکھا ہے کہ "قربانی، عید کے بعد تین دن تک کی جا سکتی ہے، عید دسویں (۱۰) ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند امام احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر: ۳۵۳۷)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹) لیکن یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا لہٰذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے: "تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں"۔ (نیل الاوطار ص ۱۲۵ ج ۵)

واضح رہے پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی پر عمل پیرا رہے ہیں لہٰذا بلاوجہ قربانی دیر سے نہ کی جائے اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ غرباء مساکین کو فائدہ پہنچانے کے لیے تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ محض ایک خیال ہے جس کی کوئی منقول دلیل نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے تیرہ (۱۳) ذوالحجہ کو قربانی کرنا ہو تو غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کر دے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد اگلا دن شروع ہو جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۳۸۔ ۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ۲۷ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۷ء)

یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

محترم الشیخ صاحب مندرجہ بالا دلائل اور ان کے علاوہ چوتھے دن قربانی کے جتنے دلائل ہیں ان کو بیان کریں اور ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں اور اس مسئلہ قربانی کے بارے میں صحیح ترین تحقیق بیان فرمائیں......۔

(خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، گجرات ۲۹/ اپریل ۲۰۰۷ء)

الجواب: مسند احمد (۴/۸۲ ح ۱۶۷۵۲) والی روایت واقعی منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: "مرسل" یعنی منقطع ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "سليمان لم يدرك احداً من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم" سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا (العلل الکبیر ۱/۳۱۳)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت (نمبر ۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

نیز دیکھئے نصب الرایہ (۳/۶۱)

روایت نمبر ۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۳/۱۱۱۸، دوسرا نسخہ ۴/۲۶۰) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۹/۲۹۵، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/۲۷ ح ۱۱۲۶) وغیرہ میں "سليمان بن موسىٰ عن عبدالرحمن بن أبي حسين عن جبير بن مطعم" کی سند سے مروی ہے کہ ((وفي كل أيام التشريق ذبح)) اور سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱…… حافظ البزار نے کہا: "وابن أبي حسين لم يلق جبير بن مطعم"

اور (عبدالرحمٰن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

(البحر الزخار ۸/۳۶۴ ح ۳۴۴۴، نیز دیکھئے نصب الرایہ ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخہ جدیدہ ۱۰/۲۸۳)

۲…… عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات ۵/۱۰۹) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر ۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۲/۱۳۸ ح ۱۵۸۳) بزار (البحر الزخار ۸/۳۶۳ ح ۳۴۴۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۵/۲۳۹، ۹/۲۹۲) اور دارقطنی (السنن ۴/۲۸۴ ح ۴۷۱۱) وغیرہم نے "سويد بن عبدالعزيز عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه" کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ ((أيام التشريق كلها ذبح)) تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲)

حافظ ہیثمی نے کہا: "وضعفه جمهور الأئمه"

اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/۱۴۷)

روایت نمبر ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ "عن سليمان بن موسى أن عمرو بن دينار حدثه عن جبير بن مطعم أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: كل أيام التشريق ذبح" (سنن الدارقطنی ۴/۲۸۴ ح ۴۷۱۳، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

۲: عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ (ج ۲۷ ص ۳۱۷)

تنبیہ: ایک روایت میں ''الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسی عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم'' کی سند سے آیا ہے کہ

''عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر''

(مسند الشامیین ۲/۳۸۹ ح ۱۵۵۶، ونصب الرایہ ۳/۶۱ مختصراً)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

آثار صحابہ: روایت مسؤلہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱:......سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الأضحی یومان بعد یوم الأضحی'' قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۸۷ ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷)

۲......سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''النحر یومان بعد یوم النحر وأفضلها یوم النحر'' قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

۳:......سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الأضحی یومان بعده'' قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۶، وھو صحیح)

۴......سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: النحر ثلاثة أيام ''قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۶۹، وھو حسن)

تنبیہ: احکام القرآن میں ''حماد بن سلمة بن کهیل عن حجته عن علي'' ہے جبکہ صحیح ''حماد عن سلمة بن کهیل عن حجية عن علي'' ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں:

۱......حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ صحیح)

۲......عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: ایام تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)۔

(احکام القرآن ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۸ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶ وسندہ حسن)

۳......عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''الأضحی یوم النحر وثلاثة أيام بعده'' قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ حسن)

امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس سلسلے میں سیدنا جبیر مطعم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ سابقہ صفحات پر تفصیلاً ثابت کر دیا گیا ہے۔

۴......سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنی قربانیاں خریدتے پھر انہیں (کھلا کھلا کر) موٹا کرتے پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷، ۲۹۸ وسندہ صحیح)!!

ان سب آثار میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول راجح ہے کہ قربانی تین دن ہے: عید الاضحیٰ اور دو دن بعد۔

ابن حزم نے ابن شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ''نا زید بن الحباب عن معاویة بن صالح: حدثني أبو مريم: سمعت أباهريرة يقول: الأضحىٰ ثلاثة أيام''
یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہے (المحلی ج ۷ ص ۳۷۷ مسئلہ: ۹۸۲)
اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

فائدہ: نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم

(۲/مئی ۲۰۰۷ء)

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۴۴، ص ۶ تا ۱۱، جنوری ۲۰۰۸ء)

....

(2) قربانی کے چار یا تین دن؟

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

دولت نگر (ضلع گجرات) میں جناب خرم ارشاد محمدی صاحب...... نے مجھے ایک مفصل خط لکھ کر قربانی کے دنوں کی تحقیق کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا میں نے اس خط

کے جواب میں ایک تحقیقی مضمون لکھا، جسے بعد میں کئی علمائے اہل حدیث (حفظہم اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب کئی مہینوں تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو پھر ۲/مئی ۲۰۰۷ء والے مضمون ''قربانی کے تین دن ہیں'' کو خرم صاحب کے مسلسل مطالبۂ اشاعت کے بعد ماہنامہ الحدیث حضرو، عدد: ۴۴ (جنوری ۲۰۰۸ء) میں شائع کر دیا۔ اب کافی عرصے بعد اس تحقیقی مضمون کا ردِ عمل ہفت روزہ اہلحدیث لاہور (جلد ۴۰ شمارہ ۴۷، ۲۸ نومبر تا ۱۱ دسمبر ۲۰۰۹ء) میں جناب ڈاکٹر (پروفیسر) حافظ محمد شریف شاکر صاحب کے قلم سے بعنوان ''قربانی کے چار دن'' شائع ہوا ہے۔

(ص ۱۷-۲۰)

اس مضمون کے سلسلے میں چند معروضات درج ذیل ہیں:

۱: ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ''ایام قربانی عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں: اس کے قائل حضرت علی ہیں اور یہی مذہب......'' (ص ۱۷)

مؤدبانہ عرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ بات کس کتاب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ مذکور ہے؟ حوالہ پیش کریں۔!

حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے اقوال پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک اپنے اقوال منقولہ کی کوئی صحیح متصل یا حسن متصل سند پیش نہیں کیا اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ان دونوں کی پیدائش سے صدیوں پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے بے سند حوالوں کی بنیاد پر یہ بات لکھ دی ہے کہ ''موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تین دن قربانی والا قول تو نقل کر دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چار دن والا

درج ذیل قول کیوں کر مفقود نظر رہا؟؟" (ص ۱۹)

عرض ہے کہ مفقود کی بات تو بعد میں ہوگی، پہلے آپ اس قول کی صحیح یا حسن سند پیش تو فرمادیں!

۲: پروفیسر صاحب نے لکھا ہے: "......اور آثار میں بھی اختلاف ہے تو موصوف کو اہل حدیث کے متفق علیہ مسلک" (۱۷)

عرض ہے کہ کیا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اہل حدیث کے مسلک سے باہر تھے جو یہ فرماتے تھے کہ قربانی والے دن کے بعد دو دن قربانی ہے۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۸۷ وسندہ صحیح)

۳......ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: "قواعد حدیث کے مطابق صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے نہ کہ راجح، تو موصوف صحیح سند کے مقابلے میں حسن کو کس اصول کے تحت راجح قرار دے رہے ہیں؟؟"

مزعومہ ومبینہ قواعد حدیث میں نظر کے علاوہ عرض ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ (وھو حسن) اگر اس کے مقابلے میں آپ کے پاس کوئی صحیح سند ہے تو پیش کریں اور اگر صحیح نہیں ہے تو حسن پیش کریں اور اگر کوئی متصل سند ہے ہی نہیں تو پھر حسن سے نامعلوم صحیح کو ٹکرانا غلط ہے۔

۴: پروفیسر صاحب نے علامہ قرطبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک چار دن ہیں۔ (ص ۲۰ ملخصاً بعنوان: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول)

عرض ہے کہ یہ دوسرا قول بے سند ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے، لہٰذا معارضہ کیسا؟ صحیح سند کے مقابلے میں بے سند اقوال پیش کرنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟

۵: ڈاکٹر صاحب نے شوکانی یمنی کے حوالے سے لکھا ہے: "عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ایام معدودات چار دن ہیں......" (۲۰)

عرض ہے کہ یہ بے سند قول احکام القرآن للطحاوی (۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن) کی اس روایت کے مقابلے مردود ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے"۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۴۴ ص ۱۰)

۶...... بے سند اقوال والے اس مضمون کے آخر میں پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

"یہ موصوف ہی بتا سکتے ہیں کہ جمہور صحابہ میں کون کون سے صحابہ کرام شامل ہیں؟" (ص ۲۰)

عرض ہے کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ (صحابی صغیر) کے اثر کے مقابلے میں اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آثار جمہور صحابہ کے آثار نہیں ہیں تو پھر جمہور سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا اثر: "پھر عیدالاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے" (الحدیث: ۴۴ ص ۱۱) کے خود جناب ڈاکٹر اور پروفیسر صاحب بھی قائل نہیں بلکہ چاردنوں کی قربانی کے قائل ہیں، دوسرے یہ کہ اثر مذکورہ بالا جمہور صحابہ کے خلاف ہے

۷...... پروفیسر صاحب نے لکھا ہے: "حافظ زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ ہے کہ "قربانی کے تین دن ہیں" اور اپنے اس دعویٰ پر انہوں نے پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ "نبی کریم ﷺ

نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا......"

(ص ۱۷)

عرض ہے کہ یہ میری پہلی دلیل نہیں بلکہ ذیلی اور تائیدی دلیل ہے، کیونکہ پہلی دلیل تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابۂ کرام کے آثار ہیں اور یہ میرے دعوے کے بالکل مطابق ہیں۔ پروفیسر صاحب کا ذیلی دلیل کو پہلی دلیل قرار دے کر میری طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ (۲۵/ نومبر ۲۰۰۹ء)

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر ۶۸ ص ۴۵ تا ۴۷، جنوری ۲۰۱۰ء)

....

(3) قربانی کے احکام ومسائل

(۲۸) قول راجح میں قربانی کے تین دن ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۴۴ ص ۶ تا ۱۱۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۵۵ ص ۵۷، دسمبر ۲۰۰۸ء)

....

(4) جمہور صحابۂ کرام اور ایام قربانی

قربانی کے تین دن ہیں یا چار؟ اس بارے میں علمائے اہل حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں ایک مرفوع روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایام تشریق ذبح کے دن ہیں، لیکن یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے، جیسا کہ راقم الحروف نے تحقیق کر کے ثابت کر دیا ہے۔

(دیکھئے میری کتاب توضیح الاحکام ج ۲ ص ۱۷۷۔۱۷۹، قربانی کے تین دن ہیں)

اس روایت کو شیخ البانی، حافظ الیاس اثری اور ڈاکٹر (؟) محمد شریف شاکر وغیرہم میں سے کوئی بھی باسند صحیح ثابت نہیں کر سکا، بلکہ سب ناکام رہے ہیں۔

روایت کے ضعیف ومردود ہونے کے بعد عرض ہے کہ سلف صالحین میں قربانی کے دنوں میں اختلاف رہا ہے، جس کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱: جمہور صحابہ کرام یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۴۴ ص ۱۰)

صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح یا حسن لذاتہ یہ ثابت نہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ اس سلسلے میں حافظ الیاس اثری اور ڈاکٹر محمد شریف وغیرہما جو آثار صحابہ پیش کرتے ہیں، وہ سارے کے سارے بے سند اور غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود کے حکم میں ہیں۔ ان کے مقابلے میں صرف سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے آخری ذوالحجہ تک قربانی کرنے کا قول آیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۹۷۔۲۹۸ وسندہ صحیح)

یہ قول جمہور صحابہ اور خصوصاً خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

۲: تابعین میں سے امام حسن بصری رحمہ اللہ، امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ اور امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے قربانی کے چار دن ثابت ہیں۔

تابعین کرام کے یہ آثار چونکہ صحابۂ کرام کے آثار کے خلاف ہیں، لہٰذا اُن

کے مقابلے میں صحابۂ کرام کے آثار کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ محمد شریف شاکر صاحب کا ایک مضمون: ''قربانی کے چار دن'' ہفت روزہ اہلحدیث لاہور میں شائع ہوا ہے۔

(ج ۴۱ شمارہ ۴۶ ص ۲۱۔۲۲ نومبر تا دسمبر ۲۰۱۰ء)

ہمارے اس مضمون میں شاکر صاحب کے اعتراضات ش ش کے مخفف سے اور ان کے جوابات پیش خدمت ہیں:

ش ش (۱): ''موصوف کا یہ جواب نامکمل ہے کیونکہ آپ نے بہت کچھ نظر انداز کر دیا۔'' (ص ۲۱)

عرض ہے کہ میرا جواب بحمد اللہ مکمل ہے اور میں نے وہی باتیں نظر انداز کی ہیں، جن کا اصل موضوع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ش ش (۲): ''میرے مضمون میں یہ عبارت: کیا کوئی صاحب علم کسی منسوخ حدیث کو بطورِ دلیل پیش کر سکتا ہے؟ موصوف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا'' (ص ۲۱)

الجواب: یہ موضوع سے غیر متعلقہ بات ہے، کیونکہ میری دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول اور آثار صحابہ ہیں، جبکہ مشار الیہ حدیث کو توضیح الاحکام میں سائل کے سوال کا جواب لکھنے کے بعد آخر میں بطورِ فائدہ ذکر کیا گیا تھا اور ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی گئی تھی کہ ''بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔'' (دیکھئے الحدیث حضرو: ۴۴ ص ۱۱)

ماہنامہ الحدیث کا یہی تو وہ شاندار منہج ہے کہ قارئین کے سامنے دونوں رُخ پیش کر دیئے جاتے ہیں اور اس منہج کے جواب سے تمام آلِ تقلید اور آلِ دیوبند عاجز

وساکت اخرس ہیں۔ والحمد للہ

کوئی صاحب علم بھی منسوخ حدیث کو منسوخ شدہ مسئلے کے جواز کے لیے بطورِ دلیل پیش نہیں کر سکتا اور نہ راقم الحروف نے کسی منسوخ حدیث کو کسی منسوخ شدہ مسئلے کے جواز کے لیے بطورِ دلیل کبھی پیش کیا ہے، رہی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے والی منسوخ روایت تو منسوخ کی صراحت کے ساتھ اسے آخر میں بطور فائدہ ذکر کر کے یہ لکھ دیا تھا کہ ''اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً اس بات میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (۲ مئی ۲۰۰۷ء)'' (الحدیث: ۴۴ ص ۱۱)

یہ وہ عبارت ہے جس نے ش ش اور ان جیسے لوگوں کو پریشان وسرگردان کر رکھا ہے اور بے چارے بھنبیریاں کھا رہے ہیں۔

ش ش (۳): ''موصوف کی پیش کردہ منسوخ حدیث کے جواب میں علامہ ابن قیم......''۔ (ص ۲۱)

الجواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول اور آثار صحابہ کا جواب دیں، جو کہ راقم الحروف کے اعتراف وصراحت کے ساتھ پہلی دلیل ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی...... مقالات ۳/۲۶۳)

کیا آپ اور آپ کے تمام مؤیدین کسی ایک صحابی سے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں؟ رہی منسوخ حدیث اور حافظ ابن القیم وغیرہ کا کلام تو یہ

میری اصل دلیل ہی نہیں بلکہ اسے بطور فائدہ ذکر کیا تھا اور اصل مسئلے میں وجۂ اعتراض نہ ملنے کی وجہ سے مخالفین اسی فائدے پر سینہ آزمائی کر رہے ہیں، حالانکہ یہ ذیلی دلیل صرف میرا استدلال نہیں بلکہ مجھ سے پہلے ابن قدامہ حنبلی نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے المغنی ۹/۳۵۹ مسئلہ:۷۸۸۳)

ابن قدامہ سے پہلے ابوالولید الباجی (متوفی ۴۹۴ھ) نے بھی اسی حدیث سے یہی استدلال کیا ہے۔ دیکھئے المنتقی شرح الموطأ للباجی (۴/۱۹۴)

قاضی عیاض مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) نے بھی اپنے بعض مشائخ سے یہی استدلال نقل کیا ہے۔ دیکھئے اکمال المعلم بفوائد مسلم (۶/۴۲۴)

رہا حافظ ابن القیم کا یہ قول کہ ''یہ حدیث قربانی کرنے والے کو اپنی قربانی ذبح کرنے کے آغاز سے تین دن سے زائد گوشت ذخیرہ کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔'' الخ۔

عرض ہے کہ حافظ ابن القیم نے اس بات کی کوئی صریح دلیل ذکر نہیں کی اور حافظ ابوالعباس القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے لکھا ہے: ''واختلف فی أول الثلاثة الأيام التی كان الادخار جائزًا فيها فقيل: أولها يوم النحر فمن ضحّی فيه جازله أن يمسك يوم النحر ويومين بعده. ومن ضحّی بعده أمسك مابقی له من الثلاثة الأيام من يوم النحر.'' اور تین دنوں میں سے پہلے دن کے بارے میں اختلاف ہے۔ جس میں (گوشت کو) ذخیرہ کرنا جائز تھا، پس کہا گیا ہے: نحر والا دن (۱۰ ذوالحجہ) پہلا دن ہے، لہٰذا اس میں ذبح کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس دن اور اس کے بعد دو دن (گوشت) ذخیرہ کرلے۔ اور جو شخص اس (پہلے) دن کے بعد ذبح

کرے تو تین دنوں میں سے جو باقی رہ گئے ہیں ان میں (گوشت) روک سکتا ہے۔ (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج۵ ص۳۷۶۔۳۷۷)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے دوسرے دن ذبح کرنے والا دو دن تک گوشت رکھ سکتا تھا اور تیسرے دن ذبح کرنے والا صرف اسی دن ہی استعمال کرسکتا تھا۔

امام قرطبی نے دوسرا قول (حافظ ابن القیم کے مفہوم والا) بھی ذکر کیا ہے اور اسے ظاہر قرار دیا ہے، لیکن ان دونوں اقوال سے معلوم ہوا کہ حدیث کے مفہوم میں دونوں احتمال پائے جاتے ہیں، لہٰذا بغیر کسی صریح دلیل کے صرف حافظ ابن القیم والے قول کو مستدل بنانا محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم

ش ش (۴): ''چار دن قربانی کرنے کے جواز میں جو میں نے امام شافعی کا درج ذیل قول ذکر کیا۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا..... لانها أيام النسك'' الخ۔ (ص۲۱)

الجواب: راقم الحروف نے لکھا تھا: ''امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔'' (الحدیث:۴۴ ص۱۱)

اور یہ ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابۂ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقابلے میں امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کے اقوال مرجوح و ناقابلِ استدلال ہیں۔ چونکہ سنت میں اس مسئلے کے بارے میں کوئی صریح راہنمائی موجود نہیں، لہٰذا آثار سلف صالحین (یعنی آثار صحابہ) کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ش ش (۵) ''تو عرض ہے کہ کیا موصوف محترم کو اپنے ماہ نامہ ''الحدیث'' حضرو کے شمارہ

نمبر۴۴ماہ جنوری ۲۰۰۸ء میں اپنے بلاسند پیش کردہ آٹھ اقوال نظر نہیں آئے۔ دیکھیں اور بار بار دیکھیں! شاید اس شمارہ کے کسی کونے میں پڑی سندیں مل جائیں!!"۔

(ص ۲۱)

الجواب: راقم الحروف نے الحدیث حضرو نمبر ۴۴ سارا دیکھ لیا ہے اور بار بار دیکھا ہے لیکن اس میں ڈاکٹر اور پروفیسر صاحب (!) مذکور کے مزعومہ بلاسند آٹھ اقوال کہیں نظر نہیں آئے، لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے کہ انہوں نے کذب وافتراء اور تہمت و بہتان کے راستوں پر گامزن لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صریح غلط بیانی، جھوٹ اور بہتان سے کام لیا ہے اور اگر وہ اپنے آپ کو جھوٹ اور بہتان کے الزام سے بچانا چاہتے ہیں تو وہ بے سند آٹھ اقوال مع متون وحوالہ پیش کریں، جن سے الحدیث: ۴۴ میں استدلال کیا گیا ہے!

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے جو ملمع سازی اور کشیدہ کاری کی ہے، اس کا جواب انہیں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

ش ش (۶): "قواعد حدیث کے مطابق صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے۔" (ص ۲۲)

الجواب: ہم نے قواعدِ حدیث یا اصول حدیث میں کہیں نہیں پڑھا کہ "صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے۔" بلکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ "وهو في الاحتجاج به كالصحيح عند(؟) الجمهور" اور جمہور کے نزدیک وہ حجت ہونے میں صحیح کی طرح (یعنی حجت) ہے۔ (اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث ص ۴۶ نوع: ۲، دوسرا نسخہ

مع تعلیق الالبانی ج ۱ ص ۱۲۹)

یعنی حسن لذاتہ روایت (وسند) حجت ہونے کے لحاظ سے صحیح کی طرح حجت ہے۔ نیز دیکھئے اختصار علوم الحدیث (مترجم اردو ص ۲۷، از راقم الحروف)

علامہ نووی نے لکھا ہے: "ثم الحسن كالصحيح في الاحتجاج به وإن كان دونه في القوة ولهذا أدرجته طائفة في نوع الصحيح - والله أعلم" پھر یہ کہ صحیح کی طرح حسن قابل حجت ہے اور اگرچہ قوت میں اس سے کم تر ہے اور اس وجہ سے ایک جماعت نے اسے صحیح کی قسم میں شامل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(التقریب للنووی فی اصول الحدیث ص ۴)

درجے میں کم ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح صحیح حدیث کا درجہ قرآن مجید سے کم ہے اور دونوں یکساں حجت ہیں، صحیح غریب کا درجہ متواتر سے کم ہے اور دونوں یکساں حجت ہیں، اسی طرح حسن حدیث کا درجہ صحیح حدیث سے کم ہے اور دونوں یکساں حجت ہیں۔

یاد رہے کہ یہاں حسن سے ہماری مراد وہ حسن لذاتہ حدیث ہے جو نہ شاذ ہے اور نہ معلول بلکہ محفوظ ہے۔

اللهم باعد بيني والی دعائے استفتاح صحیح لذاتہ حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۸)

اور سبحانك اللهم والی دعائے استفتاح حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے اصل صفۃ صلوۃ النبی ﷺ للالبانی ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۷)

اور دونوں پر عمل کرنا بالکل صحیح ہے۔ اُصولِ حدیث کی بحث کے بعد عرض ہے کہ قربانی کے دنوں کے بارے میں صحابۂ کرام کے آثار درج ذیل ہیں:

۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (تین دن ہیں) اس کی سند صحیح ہے۔

۲: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (تین دن ہیں) اس کی سند حسن ہے

۳: انس بن مالک رضی اللہ عنہ (تین دن ہیں)

[احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۶] اس کی سند صحیح ہے۔

۴: علی رضی اللہ عنہ (تین دن ہیں) اس کی سند حسن ہے۔

صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے بھی قربانی کے چار دن ثابت نہیں اور ابن قدامہ نے لکھا ہے: ''ولا مخالف لهم الا رواية عن علی'' اور علی سے ایک روایت کے علاوہ ان کا کوئی مخالف (صحابہ میں سے) نہیں ہے۔ (المغنی ج۹ ص۳۵۹)

عرض ہے کہ مخالفت والی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح یا حسن سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ صرف صحابی صغیر سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے آخر ذوالحجہ یعنی یکم محرم سے پہلے تک قربانی کی روایت ثابت ہے۔

تابعین کے آثار درج ذیل ہیں:

۱: حسن بصری رحمہ اللہ (چار دن ہیں) اس کی سند صحیح ہے

۲: عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (چار دن ہیں) اس کی سند حسن ہے۔

۳: عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (چار دن ہیں) اس کی سند حسن ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے امین اوکاڑوی پارٹی کی طرح یہ چالاکی کی ہے کہ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کے اثر اور سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے ٹکرا دیا ہے، حالانکہ حسن بصری رحمہ اللہ کے قول و فعل کو صحابۂ کرام کے آثار سے ٹکرانا اور مقابلہ کرا دینا اُصولاً غلط ہے۔ کہاں صحابہ اور کہاں تابعین؟

رہی سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو عام اہل حدیث علماء کا اس کے مطابق نہ فتویٰ ہے اور نہ عمل ہے، ورنہ پھر (ابن حزم کی طرح) آخری ذوالحجہ تک قربانی کے جواز کا فتویٰ دیں اور چار دن کی تخصیص سے دست بردار ہو جائیں۔

یاد رہے کہ یہاں صحیح اور حسن کا مقابلہ ہی نہیں بلکہ آثار صحابہ (صحیح عن ابن عمر وصحیح عن انس رضی اللہ عنہما) اور آثار تابعین کے درمیان مقابلہ ہے۔ ہمارے نزدیک آثار صحابہ کو آثار تابعین پر ترجیح حاصل ہے۔

ش ش (۷): ''موصوف سے سوال ہے کہ قواعد حدیث کے مطابق صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے؟ تو آپ نے صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند کو کس اصول کے تحت راجح قرار دیا ہے؟...... کیا آپ قواعد حدیث کے انکاری ہیں؟'' ۔ (ص ۲۲)

الجواب: ہم قواعد حدیث کے انکاری نہیں، لیکن آپ کو سمجھنا چاہئے کہ آپ کا مذکورہ قاعدہ قواعد حدیث یعنی اصول حدیث میں ہمیں سرے سے نہیں ملا، لہٰذا اپنے خود ساختہ اور من گھڑت قاعدے کا ثبوت پیش کردیں۔

ہم نے صحیح کے مقابلے میں حسن کو نہیں بلکہ آثار تابعین کے مقابلے میں آثار صحابہ اور خصوصاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ (خلیفہ راشد) کے قول کو ترجیح دی ہے اور وسنة الخلفاء الراشدین کی اتباع کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ش ش (۸): لیکن موصوف نے یہ بات تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے لکھی ہے۔'' (ص ۲۲)

الجواب: راقم الحروف نے لکھا تھا: ''امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے

کہ قربانی چار دن ہیں۔'' (الحدیث:۴۴ ص۱۱، یہ حوالہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔)

اور ان کے برعکس جمہور صحابہ سے تین دن والا قول ثابت ہے، لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ چار دن والا مسلک اہلِ حدیث کا متفق علیہ مسلک ہے۔

ش ش (۹): ڈاکٹر صاحب نے بغیر کسی صحیح سند کے لکھا ہے: ''ایام قربانی عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں: اس کے قائل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور......'' (ص۲۲)

الجواب: ڈاکٹر صاحب کی یہ بات بے سند ہونے کی وجہ سے خلاف واقعہ اور غلط ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو قواعد حدیث کو مدنظر رکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اپنا مذکورہ حوالہ باسند صحیح یا باسند حسن ثابت کر دیں اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو ہم انہیں اختصار علوم الحدیث (مترجم اردو) کے دس نسخے بطور تحفہ دیں گے اور اگر ناکام رہے تو پھر غلط بیانی سے اجتناب کریں۔

انہوں نے نیل الاوطار سے کچھ بے سند اقوال نقل کئے ہیں، جن کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

میری طرف سے ش ش اور ان کے ساتھیوں سے مطالبہ ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی ایک صحابی سے صحیح و حسن سند کے ساتھ قربانی کے چار دنوں والا [illegible] ثابت کر دیں اور اگر نہ کر سکیں تو جمہور صحابہ کو ترجیح دینے والوں کے خلاف پروپیگنڈا نہ کریں۔

آخر میں عرض ہے کہ درج ذیل علمائے اہلِ حدیث سے ثابت ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں:

۱: سیدنا علی رضی اللہ عنہ

۲ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۴ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

۵: امام مالک رحمہ اللہ (دیکھئے الموطأ تحقیق الہلالی ۳/۹۹ روایۃ ابن زیاد)

۶: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

(مسائل احمد واسحاق، روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۲/۳۶۷ فقرہ: ۲۸۳۶)

۷: امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (ایضاً ص ۳۶۷)

نیز عرض ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (یعنی پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/ ۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن لذاتہ)

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ ایام قربانی کے بارے میں راقم الحروف کے دو مضمون درج ذیل ہیں:

۱: قربانی کے تین دن ہیں (ایک سوال کا جواب، دیکھئے الحدیث:۴۴ اور توضیح الاحکام ۲/۱۷۵۔۱۸۱)

۲: قربانی کے چار یا تین دن؟ (مقالات ج۳ ص ۲۶۱۔۲۶۳)

ان مضامین کا مطالعہ کریں تو حافظ الیاس اثری صاحب اور ڈاکٹر محمد شریف شاکر صاحب وغیرہما کے شبہات واعتراضات کا کمزور اور بے بنیاد ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ (۱۶/نومبر ۲۰۱۰ء)

(5) وہابیوں نجدیوں کے ایک دوسرے ''محقق'' غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری نے بھی اس

مسئلے پر ایک مضمون لکھا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

قربانی کے تین دن ہیں

سوال:ا......حدیث ''کل ایام التشریق ذبح'' بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب......یہ حدیث جمیع سندوں کے ساتھ ''ضعیف'' ہے۔

ا......اس کو ابونصر التمار عبدالملک بن عبدالعزیز القشیری نے سعید بن عبدالعزیز عن سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمٰن بن أبی حسین عن جبیر بن مطعم کی سند سے مرفوع روایت کیا ہے: وفی کل ایام التشریق ذبح۔ ''ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کا ہر دن قربانی کا دن ہے''۔ (مسند البزار/ کشف الاستار: ۱۱۲۶) الکامل لابن عدی: ۲۶۹/۳، نسخہ اخری: ۱۱۱۸/۳، واللفظ لہ، السنن الکبری للبیہقی: ۲۹۵/۹، ۲۹۶، المحلی لابن حزم: ۲۷۲/۷)

اسکو امام ابن حبان (۳۸۵۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

تبصرہ: یہ سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: وفی اسنادہ انقطاع، فانہ من روایۃ عبداللہ (والصّواب عبدالرحمٰن) ابن ابی حسین عن جبیر بن مطعم، ولم یلقہ۔ ''اس کی سند میں انقطاع ہے، یہ عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی روایت ہے، وہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نہیں ملے''۔ (التلخیص الحبیر: ۲۵۵/۲)

عبدالرحمٰن بن ابی حسین النوفلی ''مجہول الحال'' ہے، امام ابن حبان رحمۃ اللہ

کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق بیان نہیں کی۔

۲......اس روایت کو ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن الحجاج الحمصی (اور ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی مسند احمد: ۸۲/۴، بیہقی: ۲۹۵/۹) نے سعید عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم کی سند سے روایت کیا ہے۔

(مسند الامام احمد ۸۲/٤، السنن الکبری للبیہقی: ۲۳۹/۵، ۲۹۵/۹)

تبصرہ: اس کی سند بھی انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ھذا ھو الصحیح، وھو مرسل۔ ''یہی صحیح ہے، لیکن یہ مرسل ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ھکذا رواہ احمد، وھو منقطع، فان سلیمان بن موسیٰ الأشدق لم یدرک جبیر بن مطعم۔ ''امام احمد نے اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے، اور یہ منقطع ہے، کیونکہ سلیمان بن موسیٰ الاشدق نے سیدنا جبیر بن مطعم کا زمانہ نہیں پایا''۔ (نصب الرایۃ للزیلعی: ۶۱/۳)

۳......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اخرجہ أحمد لکن فی سندہ انقطاع ووصلہ الدار قطنی ورجالہ ثقات۔

''اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے، اس کو دار قطنی (۲۸۴/٤، ح: ٤۷۱۱-٤۷۱۲) نے موصول ذکر کیا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں''۔ (فتح الباری: ۸/۱۰)

تبصرہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کا یہ دعویٰ کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ اس کو موصول کیا ہے، محل نظر ہے، سوید بن عبدالعزیز کا سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے سماع مطلوب ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، بالکل صحیح نہیں، خود حافظ ابن حجر نے اس راوی سوید بن عبدالعزیز کو "ضعیف" قرار دیا ہے"۔

(تقریب التهذیب: ۲۶۹۲، لسان المیزان: ۳/٤، فتح الباری: ۵۷۲/۱)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضعفه احمد وجمهور الائمة ووثقه دحيم۔

"اس کو امام احمد اور جمہور ائمہ نے ضعیف اور امام دحیم نے ثقہ کہا ہے۔"

(مجمع الزوائد: ۱٤۸/۳، ۸۹/۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذا غير قوى لأن راويه سويد۔ "یہ سند قوی نہیں ہے، کیونکہ اس کا راوی سوید (بن عبدالعزیز) ہے"۔ (السنن الکبریٰ للبیقی: ۲۳۹/۵)

۴......عمرو بن أبى سلمه التنيسى عن حفص بن غيلان عن سليمان بن موسىٰ أن عمرو بن دينار حدثه عن جبير بن مطعم رفعه: كل ايام التشريق ذبح۔ یہ سند "ضعیف" ہے، اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب مجروح ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ليس بالقوىّ۔ "یہ قوی نہیں ہے"۔

(سوالات السلمی: ٦٢)

ابن طاہر کہتے ہیں: كذّاب يضع الحديث۔ "پرلے درجے کا جھوٹا راوی ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے"۔ (لسان المیزان: ۲٤۰/۱)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: "یہ مشہور رایوں کی طرف منکر روایتیں منسوب کر کے بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں کی طرف مقلوبات منسوب کر کے بیان کرتا ہے، یہ منفرد ہو تو ناقابل حجت ہے"۔ (المجروحین ۱٤٦/۱)

امام ابن یونس کہتے ہیں: و كان مضطرب الحديث جدًا۔

"اسکی حدیث سخت مضطرب ہوتی ہے"۔ (لسان المیزان لابن حجر: ۲٤۰/۱)

اس پر توثیق کا ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔

۵......سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ايام التشريق كلها ذبح "ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں"

(الكامل لابن عدى: ٤٠٠/٦)

تبصرہ: یہ سند سخت ترین "ضعیف" ہے، اس کا راوی معاویہ بن یحییٰ الصدفی جمہور کے نزدیک "ضعیف" ہے، حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وضعفه الجمهور۔ "جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے"۔ (مجمع الزوائد للهيثمى: ۸۵/۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ "ضعیف" ہے۔ (تقریب التهذیب: ٦٧٧٢)

اس میں امام زہری رحمہ اللہ کی "تدلیس" ہے، پھر امام زہری نے اسے "مرسل" بھی بیان کیا ہے۔

الحاصل: حدیث كل ايام التشريق ذبح (ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں) جمیع سندوں کے ساتھ "ضعیف" ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ (ماہنامہ السنۃ جہلم شمارہ نمبر ۱۴، ص ۲۹، تا ۳۱، دسمبر ۲۰۰۹ء)



بھینس کی حلت اوراس کی قربانی کے جواز کا ثبوت

وہابیوں نجدیوں کے گھر سے

کیا بھینس حلال ہے؟

از: غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

(ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ نمبر ۳۵ ص ۴۵ تا ۵۰)

موجودہ دور میں بعض لوگ تجاہل عارفانہ کی روش اپناتے ہوئے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں بھینس کی حلت موجود نہیں بلکہ ہماری 'فقہ' نے اس کو حلال قرار دیا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تقلیدی فقہ کو حلت وحرمت کا اختیار کس نے دیا ہے؟

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ط ان الذین یفترون علی الله الکذب لایفلحون﴾

کسی چیز کو اپنی زبانوں سے جھوٹ (میں) حلال یا حرام نہ کہہ دیا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

(النحل:۱۱۶)

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اس آیت کی تشریح وتفسیر میں لکھتے ہیں:

"ویدخل فی ھٰذ کل مبتدع من ابتدع بدعة لیس له فیها مستند شرعی،أوحلل شیئامما حرم الله أوحرم شیئاً مما أباح الله بمجرد رأیه وتشهیه" ہر وہ بدعتی اس حکم میں داخل ہے، جس نے بدعت جاری کی، جبکہ اس کے پاس

اس بدعت پر شرعی ثبوت و دلیل نہیں ہے یا جس نے محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ۴/۷۵)

ثابت ہوا کہ حلال وحرام صرف وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حلال وحرام قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کامل دین لے کر آئے ہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حلال وحرام کے بارے میں جامع اصول بیان کر دیئے ہیں، جن کی روشنی میں ہم کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کا پتا لگا سکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أحلت لکم بھیمة الانعام﴾

تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔ (المائدہ:۱)

جو جانور حرام ہیں، وہ دوسرے دلائل سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے۔

امام قتادہ بن دعامہ تابعی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"الانعام کلھا" سارے کے سارے جانور حلال ہیں۔

(تفسیر طبری ۹/۴۵۵، اسنادہ صحیح)

اہل سنت کے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں: "ھٰذ قول حسن" یہ قول حسن (اچھا) ہے۔ (تفسیر الشوکانی ۲/۴)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

"اور لفظ أنعام، نعم کی جمع ہے، پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری

وغیرہ جن کی آٹھ قسمیں سورۂ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ان کو''انعام'' کہا جاتا ہے۔بھیمۃ کا لفظ عام تھا''انعام'' کے لفظ نے اس کو خاص کر دیا۔مراد آیت کی یہ ہوگئی کہ گھریلو جانوروں کی آٹھ قسمیں تمہارے لیے حلال کر دی گئیں،لفظ''عقود'' کے تحت ابھی آپ پڑھ چکے ہیں،کہ تمام معاہدات داخل ہیں۔ان میں سے ایک معاہدہ وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال وحرام کی پابندی کے متعلق لیا ہے۔اس جملہ میں اس خاص معاہدہ کا بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اونٹ،بکری، گائے،بھینس وغیرہ کو حلال کر دیا ہے۔ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔'' (معارف القرآن از محمد شفیع دیوبندی ۳/۱۳)

دیکھیے'مفتی'صاحب تو بھینس کی حلت قرآن سے ثابت کر رہے ہیں اور 'فرما'رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھینس کو حلال قرار دیا ہے۔

دلیل نمبر۲: بھینس کے بارے میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے اور اس کی حرمت پر نص قائم نہیں کی لہٰذا یہ حلال ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمهٗ الا ان یکون میتة او دما مسفوحا......﴾

کہہ دیجئے کہ مجھ پر نازل کی گئی وحی میں کسی کھانے والے پر مردار اور دم مسفوح (جو خون ذبح کے وقت بہتا ہے) کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔(الانعام:۱۴۵)

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں:''فهذا یدل علی مالم یوجد تـ یمه فلیس بمحرم''

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ (شریعت میں کھانے پینے اور پہننے کی) جس چیز کی حرمت نہ پائی جائے وہ حرام نہیں ہے۔

(جامع العلوم والحکم لابن رجب ص ۳۸۱)

حافظ ابن کثیر مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''والمقصود من سیاق هذه الآیة الكریمة الرد على المشركین الذین ابتدعوا ما ابتدعوه من تحریم المحرمات على أنفسهم بآرائهم الفاسدة من البحیرة والسائبة والوصیلة والحام ونحو ذلك،فأمر رسوله أن یخبرهم أنه لا یجد فیما أوحاه الله إلیه أن ذلك محرم،وإنما حرم ما ذكر في هذه الآیة من المیتة والدم المسفوح ولحم الخنزیر وما أهل لغیر الله به،وما عدا ذلك فلم یحرم،وإنما هو عفو مسكوت عنه،فكیف تزعمون أنتم أنه حرام ومن أین حرمتموه ولم یحرمه؟وعلى هذا فلا ینفي تحریم أشیاء أخر فیما بعد هذا،كما جاء النهي عن لحوم الحمر الأهلیة ولحوم السباع وكل ذي مخلب من الطیر على المشهور من مذاهب العلماء''۔

اس آیت کریمہ کا مقصد مشرکین کا رد کرنا ہے،جنہوں نے اپنی فاسد آراء سے اپنے آپ پر بحیرہ،سائبہ وصیلہ اور حام وغیرہ کو حرام قرار دینے کی بدعت جاری کی،اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کو خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں یہ چیزیں حرام نہیں ہیں،اس آیت میں مذکور مردار،دم مسفوح (بوقت ذبح بہتا ہوا خون) خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کی طرف منسوب کی جائے،کو ہی حرام قرار دیا گیا ہے،ان کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں کہا گیا،باقی جو کچھ بھی ہے،وہ معاف ہے اور ان سے سکوت

اختیار کیا (جن چیزوں کی حرمت سے شریعت خاموش ہے) تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ یہ چیزیں حرام ہیں اور تم انہیں کیسے حرام قرار دیتے ہو؟ یہ قاعدہ ان چیزوں کی نفی نہیں کرتا، جن کی حرمت اس کے بعد وارد ہو چکی ہے، جیسا کہ پالتو گدھوں، درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کی حرمت ہے، علماء کا مشہور مذہب یہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۰۳،۱۰۴)

(۲) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما لكم الا تأكلوا مما ذكر اسم الله عليه وقد فصل لكم ما حرم عليكم الا ما اضطررتم اليه﴾

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس چیز کو نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ اس نے تم پر حرام چیزوں کی تفصیل بیان کر دی ہے سوائے ان (حرام) چیزوں کے جن کے کھانے پر تم مجبور ہو جاؤ۔ (الانعام ۱۱۹)

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں: ”فعنفهم على ترك الأكل مما ذكر اسم الله عليه معللا بأنه قد بين لهم الحرام وهذا ليس منه فدل على أن الأشيا على الاباحة والا لما ألحق اللوم بمن امتنع من الأكل مما لم ينص له على حله بمجرد كونه لم ينص على تحريمه“۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کے نہ کھانے پر ڈانٹا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا، وجہ یہ بیان کی ہے کہ حرام تو تم پر واضح کر دیا گیا ہے اور یہ چیز اس میں شامل نہیں ہے، یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ چیزوں میں اصل اباحت ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ملامت کیوں کیا ہے جو اس چیز کے کھانے سے رک گیا، جس کی حلت و حرمت پر

کوئی نص (دلیل) موجود نہیں۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب ص ۳۸۱)

(۳) سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان أعظم المسلمين جرما من سأل عن شيء، لم يحرم فحرم من أجل مسألته)) مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے، جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا، جو حرام نہیں تھی اور وہ اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام ہوگئی۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال ومن تکلف ما لا یعنیہ ۲/۱۰۸۲ ح ۷۲۸۹، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترک اکثار سؤالہ عما لا ضرورۃ الیہ...... ۲/۲۶۲ ح ۲۳۵۸)

مذکورہ بالا دونوں آیات اور حدیث سے یہ قاعدہ اور اصول اخذ ہوا کہ (کھانے پینے اور پہننے کی) ہر چیز اصل میں مباح اور حلال ہے، جب حرمت پر نص وارد ہو جائے گی وہ حرام ٹھہرے گی ورنہ حلال ہوگی۔

بھینس کی حرمت پر نص وارد نہیں ہوئی ہے لہٰذا وہ شریعت کی رُو سے حلال ہے۔

دلیل نمبر۳: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كل ذي ناب من السباع فأكله حرام))

ہر کچلی والے (نوکدار دانت جو اگلے دانتوں کے متصل ہوتے ہیں) درندے کا کھانا حرام ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع...... ۲/۱۴۷ ح ۱۹۳۳)

بھینس شریعت کے اس اصول کے تحت بھی نہیں آتی ہے، کیونکہ یہ ”ذی ناب من السباع“ میں سے نہیں ہے، اس کی حرمت پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے لہٰذا یہ حلال ہے۔

دلیل نمبر۴: بھینس کے حلال ہونے پر اجماع واتفاق ہے، کسی نے اس کو حرام نہیں کہا، یہ بھی ایک قوی دلیل ہے، کیونکہ اجماع امت شریعت کی دلیلوں میں سے

ایک دلیل ہے۔

امام ابن المنذر رلکھتے ہیں: "وأجمعوا علی أن حکم الجوامیس حکم البقر"

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع اتفاق ہے کہ بھینس کا حکم گائے کا حکم ہے۔

(الاجماع لابن المنذر ر: ۳۷)

حافظ ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں: "لا خلاف فی ھذا نعلمہ، وقال ابن المنذر أجمع کل من یحفظ عنہ من أھل العلم علی ھذا ولأن الجوامیس من أنواع البقر" ہمیں اس میں اختلاف کا علم نہیں ہے۔ابن المنذر رنے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ بھینس گائے کی نوع ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۲/۵۹۴)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "الجوامیس بمنزلة البقر حکی ابن المنذر فیہ الاجماع"

بھینس بمنزلہ گائے کے ہے، اس پر ابن المنذر رنے اجماع بیان کیا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ۲۵/۳۷)

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: "الجوامیس صنف من البقر"۔ (المحلی لابن حزم ۶/۲)

بھینس گائے کی نوع وقسم ہے۔

الحاصل: بھینس شریعت کے اصول وقاعدہ کے مطابق حلال ہے، جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے اسے حلال نہیں کیا، وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ پر بہتان باندھتا ہے......

نوٹ: امن پوری مذکور نے اپنے مضمون کے شروع میں احناف پر طعن کرتے ہوئے کہا کہ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری فقہ نے اس کو حلال کیا ہے" (ملخصاً) اس کے

جواب میں فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے بڑوں نے بھی احناف اور فقہ حنفی کی اس "خدمت" کو تسلیم کیا ہے۔

❀......ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے: "ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا کہ حنفیہ کا قیاس ہے (کمافی الھدایة)......تو حکم جواز قربانی کے لیے علت کافی ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ص ۸۱)

❀......عبیداللہ رحمانی نے جواز قربانی میں سب سے پہلے احناف کے قول ہی کا ذکر کیا ہے۔ملاحظہ ہو! مرعاۃ ج ۵ص ۸۱۔

جبکہ وہابیوں کے مجتہد العصر عبداللہ روپڑی نے اس مسئلہ میں اجماع کا انکار کیا ہے اس کے بعد والے مضمون میں تفصیل موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ امن پوری جیسے وہابیوں نجدیوں کا فقہ حنفی کے فیض وخدمت کا انکار کرنا ان کے خبث باطن کی دلیل ہے۔اعاذنا اللہ منہ



بھینس کی قربانی

از: نعیم الحق ملتانی

اس مسئلہ میں چونکہ غیر مقلد وہابی حضرات کی طرف سے رد اور انکار ہوتا ہے اس لیے فی الحال ہم سطور ذیل میں انہی کے ایک "الشیخ حافظ نعیم الحق ملتانی" کی کتاب "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" ناشر مکتبہ دارالحسنی سمبڑیال روڈ ڈسکہ (سیالکوٹ) تاریخ اشاعت

دسمبر ۲۰۰۵ء سے چند اقتباسات اور وہابی مفتیوں کے فتاویٰ نقل کرنا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔تفصیلی بحث کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

صاحب کتاب نے لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے قربانی کے احکام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة الانعام۔(الحج:۳۴)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی بنائی تاکہ وہ (بوقت ذبح) ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں اللہ کا نام لیں''۔

بتلانا یہ مقصود ہے کہ قربانی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ''بهیمة الانعام'' کا لفظ استعمال فرمایا۔اب اس لفظ کی وضاحت یا تو قرآن سے کرنا ہوگی یا حدیث سے، اقوال صحابہ وتابعین یا آئمہ لغت سے۔(کتاب مذکور ص ۲۸)

قربانی کے جانور میرے اور آپ کے درمیان اتفاقی ہیں یعنی ''بهیمة الانعام'' یا ''الانعام'' اور زکوٰۃ وقربانی ہر دو کے سلسلہ میں دونوں لفظوں سے مراد بھی ابل، بقر وغنم (اونٹ،گائے،بھیڑ بکری) ہی ہیں۔(ایضاً ص ۳۷)

عرب میں ''الانعام'' انہی تین اجناس (ابل،بقر،غنم) پر بولا جاتا تھا اور بھینس چونکہ عجمی علاقوں میں پایا جانے والا جانور ہے اسی وجہ سے عہد رسالت وعہد صحابہ میں لفظ ''الانعام'' میں اس کی شمولیت کا تذکرہ نہیں ملتا۔مگر جب عہد تابعین میں یہ جانور عرب میں پہنچا تو انہوں نے الانعام والی ساری صفات اس میں دیکھ کر اسے ''الانعام'' کی شاخ ''بقر'' میں شامل کرلیا او. بعد میں پوری امت کا اس پر اجماع

ہوگیا۔(ص ۳۹) بھینس ''انعام'' میں بھی داخل ہے۔تو ''بهیمة'' میں اس کی شمولیت خودبخود لازمی ہے......

فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے:

سوال: بھینس کی حلت کی قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے؟ اور اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: جہاں حرام چیزوں کی فہرست دی ہے وہاں یہ الفاظ مرقوم ہیں: (قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة اودما مسفوحا......الآیة)

ان چیزوں کے سوا جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو وہ حلال ہے۔بھینس ان میں سے نہیں (لہٰذا وہ حلال ہے۔نعیم الحق) اس کے علاوہ عرب کے لوگ بھینس کو بقر (گائے) میں داخل سمجھتے ہیں۔

تشریح: حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا،پس اس کی قربانی نہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے نہ تعامل صحابہ سے۔ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا کہ حنفیہ کا قیاس ہے (کما فی الهدایه) یا عموم ''بهیمة الانعام'' پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لیے علت کافی ہے۔(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۱۰)

فتاویٰ علمائے حدیث کی شہادت:

فتاویٰ علماء حدیث مرتب کردہ مولانا علی محمد سعیدی (آف خانیوال) میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مذکورہ بالا فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

”میں کہتا ہوں کہ بھینس کو ”بھیمۃ الانعام“ میں شمار کرنا قیاس نہیں ہے۔ قرآنی نص ”بھیمۃ الانعام“ کا لفظ عام ہے جس کے لیے کئی افراد ہیں گائے بکری۔ بھینس بھی ”بھیمۃ الانعام“ کا فرد ہے۔ ”بھیمۃ الانعام“ کی قربانی منصوص ہے۔ تو بھینس کی قربانی بھی نص قرآنی سے ثابت ہے“۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ص ۷۱ تا ۷۴ باب قربانی)۔ (ص ۶۱، ۶۲)

انعام کے اوصاف کا خلاصہ:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں غور وفکر کرنے سے انعام کے درج ذیل اوصاف سامنے آتے ہیں۔

۱...... انسانی چاہت کو محبوب ہونا۔ ۲...... دنیا کا سامان ہونا۔ ۳...... سواری کے کام آنا چاہے پیٹھ پر یا ریڑھی وغیرہ کے ذریعے سے۔ ۴...... ذبح کر کے کھانا۔ ۵...... کھیتوں یا چراگاہوں سے چرانا۔ ۶...... مختلف رنگوں، شکلوں اور نسلوں والا ہونا۔ ۷...... نر مادہ کا باہم جنس کا جوڑا ہونا۔ ۸...... خالص دودھ والا ہونا۔ ۹...... اون اور بالوں سے سردی کا بچاؤ حاصل کرنا۔ ۱۰...... گھر اور سفر میں زینت۔ ۱۱...... بوجھ اٹھانا پیٹھ پر یا ریڑھی پر۔ ۱۲...... چمڑے کا کام آنا۔ ۱۳...... اللہ کا چوپایوں سے تمہاری مدد کرنا۔ ۱۴...... انسانی ملکیت میں ہونا۔ ۱۵...... انسان کے لیے چوپایوں کی تخلیق۔ ۱۶...... اللہ کا انسان کے لیے ان کو مطیع کرنا۔ ۱۷...... مشارب (پینے کا ذریعہ) (۱) دودھ سے (۲) گوشت کی یخنی اور شوربے سے (۳) مشکیزہ بنا کر پانی حاصل کرنے سے (۴) جانوروں پر پانی لاد کر (۵) کنوئیں سے پانی نکال کر پینے سے۔ ۱۸...... سورۃ الانعام اور سورۃ الزمر

میں ۸ کا احسان جتلانا (کیونکہ بھینس سمیت یہ آٹھ ہی انسان کے زیادہ قریبی جانور ہیں۔ ۱۹...... ہل چلانا۔ ۲۰...... کھیتی کو پانی پلانا۔ ۲۱...... انعامھم وانعامکم کے ذریعے پوری دنیا کے لیے عام کرنا۔ ۲۲...... انسانوں کو جانور چرانے کا حکم ہونا۔ ۲۳...... حلال اور طیب ہونا۔ ۲۴...... عبرت کا مقام ہونا۔ ۲۵...... گھریلو پالتو ہونا۔ ۲۶...... حلال جانوروں کا گوشت کھانے کی ترغیب۔

اب انصاف پسند آدمی معمولی سا غور کر کے پکار اٹھے گا کہ ”انعام“ والے اکثر اوصاف بھینس کے اندر بھی موجود ہیں۔ نیز یہ بھی یقین کرلے گا کہ تابعین سے لے پوری امت نے محض اندھا دھند بھینس کو گائے کی نوع نہیں مانا بلکہ اس کی تمام صفات کو سامنے رکھ کر ہی فیصلہ دیا اور اتفاق کیا ہے۔ (ص ۶۸ تا ۷۰)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآنی اوصاف ”انعام“ کو مدنظر رکھ کر بھینس کو ”الانعام“ کی صف سے خارج کرنا محال ہے...... تابعین، تبع تابعین، آئمہ محدثین وفقہاء، اور آئمہ لغت کے اقوال اور فقہاء واہل لغت کے اجماع سے ثابت کیا جاتا ہے کہ ”بھینس“، ”بقرہ“ ہی کی ایک نوع (قسم وشاخ) ہے۔ جو آدمی ان دونوں میں جنسی فرق کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل پیش کرے۔ (ص ۷۱)

تابعین، تبع تابعین، محدثین اور فقہاء کے اقوال:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

(عن الحسن انه قال: الجاموس بمنزلة البقر)

(ابن ابی شیبہ بحوالہ مرعاۃ ج ۵ص ۸۱ وفتاوی علمائے حدیث ج ۱۳ص ۷۱، ۷۴)

''حسن بصری سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بھینس گائے کے درجے میں ہے''۔

ابن مهدی عن عبدالوارث بن سعد عن رجل عن الحسن مثله (ای مثل قول مالك والثوری)۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۳۱۱)

''ابن مہدی نے عبدالوارث بن سعد سے ایک آدمی کے واسطے سے حسن (بصری) سے بھی اسی (مالک اور ثوری کے قول کی) طرح بیان کیا ہے''۔

امام ابوعبید ''کتاب الاموال'' ص ۸۵ رقم ۱۰۲۸ میں عمر بن عبدالعزیز کا اثر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (وکذالك یروی عن اشعث عن الحسن) ''عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کی طرح اشعث کے واسطہ سے حسن بصری سے بھی یہی منقول ہے''

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوعبید اپنی معروف کتاب ''کتاب الاموال'' ص ۸۵ رقم ۱۰۲۷ میں خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کا فرمان شاہی یوں نقل فرماتے ہیں:

(قال حدثنا عبدالله ابن صالح عن اللیث عن عقیل عن ابن شهاب ان عمر بن عبدالعزیز کتب ان توخذ صدقة الجوامیس کما توخذ صدقة البقر)

''......امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمان شاہی جاری فرمایا کہ بھینسوں کی زکوۃ ویسے ہی وصول کی جائے جیسے گائیوں کی زکوۃ وصول کی جاتی ہے''۔

پوری امت کے اتفاق سے حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد تھے۔ ان کی خلافت نبی اکرم ﷺ کے طریقے تھی۔ ان کے دور میں بعض صحابہ کرامؓ بھی زندہ تھے۔

اور محمد بن قاسم کی قیادت میں جہادی فوج کے اندر بھی کچھ صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ جیسا کہ سندھ کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے اس فرمان شاہی کے خلاف کسی صحابی یا تابعی سے کچھ منقول نہیں۔ لہٰذا

(۱)......اس دور کے صحابہؓ و تابعین کے اجماع سکوتی سے بھینس گائے کی ایک نوع قرار پا گئی۔ لہٰذا اس اجماع کو کسی قطعی دلیل کے بغیر چھوڑنا گمراہی کے خطرہ سے خالی نہیں۔

(۲)......حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد ہیں۔ اور انہوں نے بھینس کو بقر کی ایک نوع قرار دیا ہے۔ اور اسے زکوۃ کی سنت میں ہمیشہ کے لیے جاری فرمایا ہے۔ اور اس معاملے میں امت کے اجماع کی وجہ سے عمر بن عبدالعزیز ہدایت یافتہ ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث: ((علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین))

(سنن ابن ماجہ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین، ح ۴۲)

''میری اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ اچھے خلیفوں کی سنت پر ضرور عمل کرو''۔

کے مطابق عمل کرتے ہوئے پوری امت نے زکوۃ و قربانی کے معاملہ میں بھینس کو گائے کی ایک نوع قرار دیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

(قال مالك فی الرجل یکون له ضان ومعز: انها تجمع علیه فی الصدقة. فان کان فیهما ماتجب فیه الصدقة صدقت. وقال انما هی غنم کلها. قال مالك وکذلك الابل العراب والبخت یجمعان علی ربهما فی الصدقة وقال انما هی ابل کلها...... قال مالك: وکذلك البقر والجوامیس یجب

ان تجمع على ربهما فى الصدقة وقال انما هي بقر كلها)

(موطا امام مالک، طبع میر محمدی، کراچی ص ۲۹۳، ۲۹۴)

''ایک آدمی جس کی بھیڑیں بھی ہوں اور بکریاں بھی، تو اس کے متعلق امام مالک نے فرمایا زکوۃ میں دونوں کو جمع کیا جائے گا اگر ان دونوں کی اتنی مقدار ہو جس پر زکوۃ واجب ہے تو دونوں سے زکوۃ لی جائے اور آپ نے فرمایا کہ یہ ساری غنم (بکریاں) ہی ہیں۔ امام مالک نے فرمایا اور اسی طرح عربی اور فارسی اونٹوں دونوں کو ان کے مالک کی زکوۃ کے حساب میں جمع کیا جائے گا۔ اور فرمایا یہ سارے اونٹ ہی ہیں...... امام مالک نے فرمایا اور اسی طرح گائیوں اور بھینسوں دونوں کو بھی ان کے مالک کی زکوۃ کے حساب میں جمع کرنا ضروری ہے۔ اور فرمایا یہ سب (بقر) گائیاں ہی ہیں''۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

(عبد الرزاق عن الثوری عن یونس (ذکر یونس خطاء کما فی الحاشیة) قال: وتحسب صغارها و كبارها وتحسب الجواميس مع البقر)

(عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۴)

''عبد الرزاق سفیان ثوری سے اور وہ یونس سے (یونس کا ذکر یہاں درست نہیں جیسا کہ حاشیہ میں مذکور ہے) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا...... اور چھوٹی بڑی گائیوں کو اور بھینسوں کو گائیوں کے ساتھ شمار کیا جائے گا''۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

(قال ابو حنيفة: رضي الله عنه في الرجل يكون له الغنم

المعز والضان والابل البخت والعراب والبقر والجواميس ان ذلك يجمع بعضه الى بعض فيجمع الغنم كلها على حدة ويجمع البخت والعراب كلها على حدة ويجمع الجواميس والبقر كلها على حدة)۔ (کتاب الحجة على اهل المدينه" للامام محمد بن الحسن الشيباني ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۶)

''ایک آدمی جس کے پاس بھیڑ بکریاں، فارسی عربی اونٹ، گائیاں اور بھینس ہوں تو اس کے بارہ میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہر ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ ملا کر الگ جمع بھی کیا جائے گا۔ لہٰذا بھیڑ بکری والی ساری جنس کو الگ عربی فارسی اونٹوں والی ساری جنس کو الگ اور گائیوں بھینسوں والی ساری جنس کو الگ جمع کیا جائے''۔

(کتاب الحجۃ علی اھل المدینہ ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۶)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے دور کی حکومت اسلامیہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) امام ابو یوسف اپنی معروف کتاب الخراج ص ۷۷ میں فرماتے ہیں:

(قال: والجواميس والبخت بمنزلة الابل والبقر وهي كمعز الشاة وضائها)

کے درجے میں ہے جیسا کہ ''الغنم'' میں معز وضأن (بھیڑ، بکری) شامل ہیں''۔

قاضی ابو یوسف نے بھی بھینس کو زکوۃ کے سلسلہ میں گائے کے ساتھ شمار کیا ہے۔ (مرعاۃ ج ۵ ص ۸۱)

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ:

(فان اختلط المعز بالضان فلا خلاف ان نصاب البعض یکمل ببعض، ثم لا یؤخذ الا الوسط عندنا وکذلک البقر مع الجاموس)۔

(کتاب المبسوط للسرخسی ج۲ ص۱۸۳)

’’اگر کسی کے پاس بھیڑ بکریاں ملی جلی ہوں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایک جنس کا نصاب دوسری جنس سے مکمل کیا جائے گا۔ پھر ہمارے ہاں صرف درمیانہ جانور ہی زکوٰۃ میں لیا جائے گا اسی طرح گائے کے ساتھ بھینس کا معاملہ ہے‘‘۔

دوسری جگہ پر لکھتے ہیں:

(الجاموس بمنزلة البقر)۔(ج۶ ص۱۸۸)

’’بھینس گائے کے درجے میں ہے‘‘۔

صاحب ہدایہ:

(الجوامیس والبقر سواء لان اسم البقر یتناولها اذهو نوع منه الا ان اوهام الناس لا تسبق الیه فی دیارنا لقلته فلذلك لا یحنث به فی یمینه لا یاکل لحم البقر.والله اعلم)۔ (الہدایہ ج۱ ص۱۸۳ زکوٰۃ البقر)

’’بھینسیں اور گائیاں برابر ہیں۔ کیونکہ بقر کا لفظ دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے۔ البتہ ہمارے علاقے میں اس کے وجود کی قلت کی وجہ سے لوگوں کے ذہن (عام طور پر) اس کی طرف جلدی نہیں جاتے۔ اسی وجہ سے جو یہ قسم کھا لے کہ وہ ’’بقر‘‘ کا گوشت نہیں کھائے گا۔ اور وہ بھینس کا گوشت کھا لے تو اس

کی قسم نہ ٹوٹے گی‘‘۔ والله واعلم

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(ویدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه)

(الہدایہ ج۴ ص۴۰۳)

’’اور گائے میں بھینس بھی شامل ہے کیونکہ وہ اس کی جنس سے ہے‘‘۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں اللہ کے فضل وکرم سے بھینس کی جنس بکثرت موجود ہے۔ مگر صاحب ہدایہ کے علاقے (مرغینان) کی طرح یہ علاقہ بھی عرب ممالک سے کافی دور ہے۔ اور اس علاقہ کے علماء اور پھر علماء کی وساطت سے عام لوگوں کا ذہن بھی لفظ ’’بقر‘‘ سے بھینس کی طرف نہیں جاتا۔ اور اہل عرب میں بھی لفظ ’’بقر‘‘ نے بھینس کے معنی میں عرفی شہرت حاصل نہیں کی اسی وجہ سے اہل عرب گائے اور بھینس میں فرق کرنے کے سلسلہ میں گائے کے لیے البقر کے ساتھ المعتادة کا لفظ بڑھاتے ہیں۔ اور اسی عرفی شہرت نہ ہونے کی وجہ سے بعض پاکستانی علماء نے بھی اس کی قربانی کا انکار کر دیا ہے۔

ردالمحتار:

ردالمحتار علی ’’الدرالمختار شرح نورالابصار‘‘ میں لکھا ہے:

(قوله (والجاموس) وهو نوع من البقر کما فی المغرب وهو مثل البقر فی الزکوة والاضحیة والربا، یکمل به نصاب البقر وتؤخذ الزکوة من اغلبها وعند الاستواء تؤخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی (نهر) وعلی هذا الحکم البخت

والعراب والضان والمعز)۔ (ابن الملک)

"الدرالمختار والے کا قول (جاموس) گائے کی ایک نوع ہے۔ جیسا کہ "کتاب المغرب" میں ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ قربانی اور سود کے معاملہ میں یہ گائے کی طرح ہے اور اس کے ذریعے گائے کے نصاب کو مکمل کیا جائے گا۔ پھر جو جنس زیادہ ہو اس سے زکوٰۃ لی جائے گی اور برابر ہونے کی صورت میں اعلیٰ سے ادنیٰ اور ادنیٰ سے اعلیٰ لی جائے گی ۔ یہ بات کتاب "النہر" میں موجود ہے۔ اور یہی حکم فارسی اور عربی اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں کا ہے۔ (ردالمحتار ج۶ ص۱۹)

(تؤخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی) کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس سب گائیاں ردی ہیں یا سب بھینسیں ردی ہیں یا گائیاں اور بھینسیں دونوں موجود ہیں۔ مگر دونوں ہی ردی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا دونوں جنسیں الگ الگ تعداد میں برابر بھی ہیں اور برابری کے ساتھ ساتھ ردی بھی ہیں تو زکوٰۃ کے نصاب کو سامنے رکھ کر ان میں سے بہتر گائے یا بہتر بھینس تلاش کر کے زکوٰۃ وصول کرلی جائے گی۔

اور اگر کسی کے پاس اعلیٰ قسم کی گائیاں یا اعلیٰ قسم کی بھینسیں یا اعلیٰ قسم کی دونوں جنسیں موجود ہیں۔ تو زکوٰۃ وصول کرنے والا حساب لگا کر ان میں سے کوئی ہلکا جانور تلاش کر کے لے جائے گا۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ:

دوحاضر کے مشہور عرب عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین لکھتے ہیں:

(واما البقر فتشمل البقر المعتادۃ والجوامیس)

(الشرح الممتع علی زاد المستقنع ج۶ ص۱۵) بحوالہ فتویٰ ابو عمر عبدالعزیز نورستانی)

"رہا لفظ "بقر" تو یہ معروف گائے اور بھینس دونوں کو شامل ہے"۔

شیخ سید سابق رحمۃ اللہ علیہ:

دور جدید کے مشہور عالم فضیلۃ الشیخ سید سابق اپنی مشہور کتاب "فقہ السنۃ" ج۱ ص۳۲۱ پر "زکوٰۃ البقر" کے ذیل میں بصورت حاشیہ لکھتے ہیں:

"ویشمل الجاموس"۔ اور لفظ بقر جاموس کو بھی شامل ہے"۔

شیخ عبدالعزیز الحمد السلمان رحمۃ اللہ علیہ:

دور جدید کے ایک اور مشہور عرب عالم فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز الحمد السلمان جو "معھد امام الدعوۃ" الریاض، سعودی عرب میں مدرس رہ چکے ہیں جن کے متعلق فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار الحماد فاضل مدینہ یونیورسٹی آف میاں چنوں ضلع خانیوال نے فرمایا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ بہت نیک اور سلفی آدمی تھے۔ وہ (الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ المقرونۃ بالادلۃ الشرعیۃ" ج۳ ص۹ میں لکھتے ہیں:

(والجوامیس فی الھدی والاضحیۃ کالبقر فی الاجزاء والسن واجزاء الواحدۃ عن سبعۃ لانھا نوع منھا واللہ اعلم وصلی اللہ علی محمد والہ وسلم)

(بحوالہ فضیلۃ الشیخ ابو حمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی منکیرہ ضلع بھکر و کشاف الصناع علی متن القناع، بحوالہ فتویٰ قاضی محمد عبداللہ خانپوری)

"بیت اللہ والی قربانی اور عید الاضحیٰ والی قربانی کے جواز، (دودانتا والی) عمر اور

سات آدمیوں کی طرف سے قربانی میں کافی ہونے کے لحاظ سے بھینس گائے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ بقر کی ایک نوع ہے"۔ واللہ اعلم

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:

الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (جو تقریبا حال ہی میں لکھی گئی ہے) اس کے ج ۱ ص ۷۱۹ میں شافعی لوگوں کے مسلک کے مطابق قربانی کے عیوب اور صحت کی شرطیں ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے: (وتصح البقر والجاموس اذا بلغ سنتین کاملتین)

"جب گائے اور بھینس مکمل دو سال کی ہو جائیں تو قربانی میں درست ہیں"

ائمہ لغت کے اقوال:

تاحال جو وسائل دستیاب ہو سکے ان کی مدد سے آئمہ تابعین، تبع تابعین، محدثین وفقہاء کے اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ اور صاحب مرعاۃ نے ج ۵ ص ۸۱ میں وغیرھم کا لفظ استعمال کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ کچھ دیگر آئمہ کرام بھی ہیں جو زکوۃ کے معاملہ میں بھینس کو گائے میں شامل کرتے ہیں۔ اب اپنے محدود وسائل کے تحت آئمہ لغت کی جو تصریحات مل سکی ہیں وہ حاضر خدمت ہیں۔

علامہ جاحظ:

صاحب "حیوۃ الحیوان" نے علامہ جاحظ کا قول یوں نقل کیا ہے:

(قال الجاحظ: الجوامیس ضان البقر، وھذا یقتضی انھا اطیب وافضل من العراب حتی انھا تکون مقدمۃ علیھا فی الاضحیۃ کما یقدم الضان فیھا علی المعز۔ (حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۰۹)

"علامہ جاحظ فرماتے ہیں: بھینس بھیڑ صفت گائے ہے۔ اس بات کا تقاضا ہے کہ بھینس عربی گائے سے زیادہ عمدہ اور افضل ہے۔ یہاں تک کہ جس طرح قربانی میں بھیڑ کو بکری پر فوقیت دی جاتی ہے اسی طرح بھینس کو بھی عربی گائے پر فوقیت ہوگی"۔

امام دمیری رحمۃ اللہ علیہ:

امام دمیری "حیوۃ الحیوان" میں لکھتے ہیں:

(البقر الاھلی: اسم جنس یقع علی الذکر والانثی، والجمع بقرات...... وھی اجناس فمنھا الجوامیس، وھی اکثرھا البانا واعظمھا اجساما۔

(حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۰۸ تا ۲۱۴)

"البقر الاھلی" کا لفظ اسم جنس ہے۔ مذکر مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جمع بقرات ہے...... اس کی کئی جنسیں ہیں۔ ان میں سے ایک بھینس بھی ہے جو سب سے زیادہ دودھ اور سب سے زیادہ بڑے جسم والی ہے"۔

لسان العرب:

علامہ جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم ابن المنظور الافریقی اپنی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب مادہ جمس کے آخر میں لکھتے ہیں:

(الجاموس: نوع من البقر دخیل وجمعہ جوامیس فارسی معرب وھو بالعجمیۃ کوامیش)

"بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ بعد میں شامل ہوا ہے۔ اس کی جمع جوامیس ہے یہ فارسی سے عربی میں منتقل ہوا ہے یہ لفظ عجمی فارسی زبان

میں کوامیش ہے"۔

القاموس المحیط:

مجدالدین فیروز آبادی اپنی مشہور کتاب "القاموس المحیط والقابوس الوسیط" مادہ "جمس" میں لکھتے ہیں: (الجاموس (م) معرب کوامیش (ج) الجوامیس وھی جاموسة)

"بھینس ایک معروف جانور ہے جو کوامیش کا معرب ہے جمع جوامیس اور واحد جاموسة ہے"۔

تاج العروس:

قاموس کی مشہور شرح (تاج العروس لجواھر القاموس) میں مذکور بالا مقام کی شرح یوں مرقوم ہے: (الجاموس) نوع من البقر (م) معروف (معرب کوامیش) وھی فارسیة (ج الجوامیس) قد تکلمت به العرب (وھی جاموسة) خالف ھنا قاعدته وھی ب "ھا"۔ (تاج العروس ج۴ ص۱۲۳، طبع مکتبہ الحیوۃ بیروت)

"جاموس" (بھینس) گائے کی ایک قسم ہے (م) کا مطلب ہے معروف اور مشہور یہ لفظ "کوامیش" کا معرب ہے اور یہ فارسی لفظ ہے جسے شعراءِ عرب نے بھی استعمال کیا ہے۔ واحد مؤنث کے لیے جاموسة ہے مصنف قاموس نے یہاں پر اپنے عام قاعدے کے خلاف کیا ہے (یعنی وھی ب "ھا" کے بجائے وضاحت کے ساتھ لفظ "جاموسة" بول دیا ہے۔)

لاروس:

مشہور جدید لغت "لاروس" میں ہے: (البقرة: واحد البقر: وھی حیوان اھلی من ذوات الظلف یستخدم للحرث والجر. ویغتذی بلبنه ولحمه وینتفع بجلده ...... وھی تشمل البقر والجاموس ......)

بقر، بقرة کا واحد ہے۔ یہ کھر والا گھریلو جانور ہے جو کھیتی اور بوجھ کھینچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے دودھ اور گوشت سے غذا حاصل کی جاتی ہے جس کے چمڑے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے...... اور یہ لفظ گائے اور بھینس دونوں کو شامل ہے۔

المنجد:

(...... الجاموس (ج) جوامیس (ح) من کبار البقر ومنه داجن)

"جاموس کی جمع جوامیس ہے گائے کی بڑی قسموں میں سے ایک قسم کا جانور ہے اور ایک قسم گھریلو پالتو بھی ہے"۔

المعجم الوسیط:

دور حاضر کی سب سے آخر میں مرتب ہونے والی جدید ترین لغت "المعجم الوسیط" میں یوں لکھا ہے: (البقر جنس من فصیلة البقریات تشمل الثور والجاموس ویطلق علی الذکر والانثی ومنه المستأنس الذی یتخذ للبن والحرث ومنه الوحشی وبقر الماء حوت بحری یشبه البقر.

"بقر اپنے بقری خاندانوں میں سے ایک اسم جنس ہے۔ جو جنس ہے۔ جو بیل اور بھینس دونوں کو شامل ہے۔ یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی ایک قسم

گھریلو بھی ہے جو دودھ اور کھیتی کے لیے رکھی جاتی ہے اور ایک قسم جنگلی گائے بھی ہوتی ہے۔اور پانی والی گائے سے مراد ایسی مچھلی ہوتی ہے جو گائے کے مشابہ ہوتی ہے"۔

اسی کتاب میں لفظ جاموس کے تحت یوں لکھا ہے:

(الجاموس:حیوان اھلی من جنس البقر والفصیلة البقریة ورتبة مزدوجات الاصابع المجترة یربی للحرث ودر اللبن .ج جوامیس)

"بھینس ایک گھریلو جانور ہے۔جو گائے کی جنس اور قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔جس کی انگلیاں معمولی فاصلے کے ساتھ ملی ہوتی ہیں جگالی کرنے والا ہے جسے زیادہ دودھ اور کھیتی کے لیے پالا جاتا ہے۔جمع جوامیس ہے"۔

فقہاء واہل لغت کا اجماع:

اجماع کی پہلی دلیل: مولانا محمد زکریا سہارن پوری لکھتے ہیں:

(قال الخرقی الجوامیس کغیرھا من البقر قال الموفق لا خلاف فی ھذا نعلمه)۔(اوجز المسالک ج ۳ ص ۲۰۲)

"امام خرقی کہتے ہیں کہ بھینسیں گائیوں کی دوسری انواع کی طرح ایک نوع ہے۔اور امام موفق کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم کسی بھی صاحب علم کا اختلاف نہیں جانتے"۔

اجماع کی دوسری دلیل:

(قال ابن قدامة فی ذیل قول الخرقی:الجوامیس کغیرھا من البقر:لاخلاف فی ھذا نعلمه)۔(المغنی ج ۴ ص ۳۴،۳۵)

"علامہ خرقی کے قول (بھینس دوسری انواع کی طرح گائیوں کی ایک نوع

ہے) کے ذیل میں امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں جانتے۔

اجماع کی تیسری دلیل:

(قال ابن المنذر:واجمع کل من یحفظ عنه من اھل العلم علی ھذا ولان الجاموس من انواع البقر کما ان البخاتی من انواع الابل)۔

(المغنی ج ۴ ص ۳۴،۳۵)

"ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ہر اہل علم جس کا علم محفوظ کیا جاتا ہے اس پر اجماع کر چکا ہے۔نیز بھینس گائے کی ایک نوع ہے جس طرح کہ بختی اونٹ اونٹوں کی ایک نوع ہے"۔

اجماع کی چوتھی دلیل:

امام ابن المنذر کی اپنی کتاب "الاجماع" میں یوں مرقوم ہے:

(واجمعوا علی ان حکم الجوامیس حکم البقر)۔

(الاجماع ۹۰ ص ۳۷ تحقیق ابوحماد صغیر احمد بن محمد حنیف)

"سب علماء متفق ہیں کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے"۔

اجماع کی پانچویں دلیل:

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:(لاخلاف بین الفقھاء ان الضان والمعز یجمعان فی الزکوٰة و کذالك الابل علی اختلاف اصنافھا و کذالك البقر والجوامیس)۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۳۵)

"فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ زکوۃ میں بھیڑ بکریاں، اونٹوں کی مختلف انواع اور اسی طرح گائیاں اور بھینسیں جمع کی جائیں گی"۔

اجماع کی چھٹی دلیل:

ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی لکھتے ہیں: (ولاخلاف فی ان البقر والجوامیس سواء لاتحاد الجنس)۔ (التعلیق علی الاستذکار لابن عبدالبر، ج۹ ص۵۶ و التعلیق علی معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج۶ ص۴۰)

"اس میں کوئی شک نہیں کہ جنس ایک ہونے کی وجہ سے گائے اور بھینس برابر ہیں"۔

اجماع کی ساتویں دلیل:

صاحب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" لکھتے ہیں: (اتفق الفقہاء عملا بحدیث معاذ علی ان نصاب البقر ومثله الجاموس ثلاثون)۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج۲ ص۸۴۲)

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے سب فقہاء اس پر متفق ہیں کہ گائے کا نصاب اور اسی طرح بھینس کا تیس ہے"۔

اجماع کی آٹھویں دلیل:

دور جدید کے کچھ علماء نے اسلامی فقہ کے ذخیرہ کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے اور اس کا نام (الموسوعۃ الفقہیۃ) (فقہ کا انسائیکلوپیڈیا) رکھا ہے اس میں لکھا ہے: (اجمع الفقہاء علی ان الابل والبقر والغنم ھی من الاصناف التی تجب فیھا الزکوۃ)۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ج۲۳ ص۲۵۰)

"تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اونٹ گائے اور بھیڑ بکری ہی وہ اجناس ہیں جن میں زکوۃ فرض ہے"۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: (کل جنس من الابل والبقر والغنم ینقسم الی نوعین الابل نوعان العراب وھی الابل العربیۃ وھی ذات سنام واحد والبخاتی جمع البختیۃ وھی ابل العجم والترک وھی ذات سنامین والبقر نوعان: البقر المعتادۃ والجوامیس والغنم اما ضان وھی ذات الصوف واحدتها ضائنۃ واما معز وھی ذات الشعر واحدتها عنز والذکر تیس ویقال للذکر والانثی من الضان والمعز شاۃ)۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ج۲۳ ص۲۵۹)

"ابل، بقر، غنم میں سے ہر ایک کی دو دو انواع ہیں اونٹ کی دو انواع ہیں عراب اور یہ عربی اونٹ ہیں ان کی ایک کوہان ہوتی ہے بخاتی بختیہ کی جمع اور یہ عجمیوں اور ترکیوں کا اونٹ ہے اور اس کی دو کوہانیں ہوتیں ہیں اور گائے کی دو انواع ہیں۔

(۱)......معروف گائے۔ (۲) اور بھینس

اور غنم سے مراد یا بھیڑ ہے جو اون والی ہوتی ہے۔ اس کا واحد مؤنث ضائنۃ ہے یا مراد بکری ہے جو بالوں والی ہوتی ہے اس کا واحد مؤنث عنزۃ (بکری) ہے اور مذکر "تیس" (بکرا) بھیڑ و بکری میں سے ہر ایک کے مذکر و مؤنث (سب) کو شاۃ کہا جاتا ہے"۔

اجماع کی نویں دلیل:

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: (والجوامیس بمنزلۃ البقر حکی ابن المنذر فیہ الاجماع)۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج۲۵ ص۳۸)

"اور بھینس گائے کے درجے میں ہے اس پر ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے"۔

اجماع کی دسویں دلیل:

امام سرخسی لکھتے ہیں: (فان اختلط المعز بالضان فلا خلاف ان نصاب البعض یکمل ببعض ثم لایوخذ الا الوسط عندنا و کذالک البقر والجاموس)۔ (کتاب المبسوط ج۲ص۱۸۳)

"پھر اگر بکریاں اور بھیڑیں ملی جلی ہوں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایک جنس کا نصاب دوسری جنس کو ملا کر مکمل کیا جائے گا اور گائے، بھینس کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے"۔

اجماع کی گیارہویں دلیل:

الموسوعۃ الفقہیہ (ج۵ص۸۱) میں قربانی کے صحیح ہونے کے شرائط ذکر کرتے ہوئے یوں مرقوم ہے: (النوع الاول شروط الاضحیۃ فی ذاتها الشرط الاول وهو متفق بین المذاهب ان تکون من الانعام وهی الابل عرابا کانت اوبخاتی والبقر الاهلیۃ ومنها الجوامیس ......الخ)

"(شرائط قربانی کی) پہلی قسم ان شرطوں سے متعلق ہے جو خود قربانی (کے جانوروں) کی ذات میں ہیں۔ پہلی شرط جو تمام مذاہب میں اتفاقی ہے۔ یہ ہے کہ قربانی انعام (گھریلو پالتو جانوروں) سے ہو اور انعام میں اونٹ بھی شامل ہے چاہے عربی ہو یا فارسی اور گھریلو گائے بھی شامل ہے اور اسی (گھریلو گائے) میں سے بھینس بھی ہے"۔

لیجئے یہاں تو بھینس کی قربانی کے جائز ہونے پر بھی ساری امت کا اتفاق لکھا ہے اپنے محدود وسائل میں الحمدللہ میں نے آئمہ لغت و آئمہ فقہاء کے اجماع سے بھینس کا گائے کی ایک نوع ہونا ثابت کر دیا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ:

((عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال ان الله لا یجمع امتی اوقال امةمحمد علی ضلالةويدالله علی الجماعة))

(ترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ)

"ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو یا راوی نے کہا محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوگا"۔

لہٰذا اب اگر کوئی علم آجانے کے بعد عناد کی صورت میں مخالفت کرے گا تو وہ حق بات کو جھٹلائے گا جو ایک خطرناک جرم ہے۔

نیز آپ الموسوعۃ الفقہیۃ (ج۲۳ص۲۵۰وص۲۵۹) کی دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیں تو آپ یقیناً یہی نتیجہ نکالیں گے کہ زکوٰۃ صرف (گھریلو جانوروں) بهيمة الانعام میں ہے اور بھینس بھی بقر کی ایک نوع ہونے کی وجہ سے "انعام" میں برابر کی شریک ہے"۔

بند دروازہ کھولنے کا طعنہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے جن دروازوں کو بند کیا ہے ان کو کھولنا بدعت ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شریعت نے جہاں وسعت اختیار کی ہوا سے تنگ

کرنا بھی ظلم ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((بشرا ولا تنفرا ییسرا ولا تعسرا))۔(بخاری کتاب الاحکام باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع یطاوعا ولا یتعاصیا)

"خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا۔ آسانی کرنا، تنگی نہ کرنا"۔

اب "بھیمۃ الانعام" کے عمومی عرف کو بلا دلیل عربوں سے خاص کرنا کھلے دروازے کو بند کرنا ہے۔ سچ ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔(بھینس کی قربانی ص ۱۲۹)

بدعت کا طعنہ:

رسول اللہ ﷺ نے بدعت کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

((من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد))

(بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود و مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ)

"جو ہمارے اس دینی معاملہ میں ایسی چیز ایجاد کرتا ہے جو اس میں سے نہیں وہ چیز مردود ہے"۔

جب بھینس قرآنی نص "بھیمۃ الانعام" میں داخل ہے تو پھر اس کے احکام کیسے بدعت ہو سکتے ہیں؟ جب کہ زکوۃ میں آپ نے بھی یہ بدعت قبول کی ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۹۷)

فساد کا طعنہ:

انسان میں یہ فطری کمزوری ہے کہ جس چیز سے وہ واقف نہیں ہوتا اس کا انکار

کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ عادت عقل و تحقیق اور علم و بصیرت کے بالکل خلاف ہے۔ اسی وجہ سے جب انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کے سامنے حق پیش کرتے ہیں تو اکثریت انکار ہی کرتی ہے۔ بعد میں جن کے دلوں میں صحیح ادراک ہوتا ہے۔ آخر کار حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہیں اگر اس تحقیق سے لوگوں کو نفرت ہے اور فساد مچاتے ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے نہ کہ تحقیق کا۔ تحقیق کا قصور اس وقت بنتا ہے جب دلائل اسے غلط ثابت کریں۔(بھینس کی قربانی ص ۱۳۰)

علماء مجوزین کے فتاویٰ:

رئیس المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری: رئیس المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ...... گزر چکا ہے۔

محدث العصر حافظ محمد گوندلوی:

سوال...... فتویٰ دیں کہ آیا بھینس، بھینسا بھی گائے، بیل کی طرح قربانی ہو سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ لوگ شک میں ہیں کہ بھینس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اور ہم لوگ کہتے ہیں کہ بھینس کی قربانی جائز ہے۔

جواب...... بھینس بھی بقر میں شامل ہے۔ اس کی قربانی جائز ہے۔

(ہفت روزہ "الاعتصام" (کانفرنس نمبر) لاہور ج ۲۰ شمارہ نمبر ۹، ۱۰، ص ۲۹، بابت ماہ ۴ رجب، ۱۳۸۸ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸)

مولانا عبدالقادر حصاری ساہیوال:

بھینس کی قربانی کا حکم:

سوال...... بھینس یا بھینسا جو مشہور جانور ہے۔ کیا اس کی قربانی شریعت سے ثابت ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمایئے آپ کے تحقیقی مسائل سے میری تسلی ہو جاتی ہے۔ (السائل محمد حسین بن اسماعیل رئیس صدر شعبہ اسلامیات لارنس کالج مری پنجاب)

جواب...... الحمد الله رب العالمین: اما بعد فاقول وبالله التوفیق

واضح ہو کہ بھینس اور بھینسا جو مشہور حیوان اور پنجاب وغیرہ ملک عجم میں عام پایا جاتا ہے عہد نبوی ﷺ وعہد صحابہ میں ملک عرب خصوصا حجاز میں پایا نہیں گیا کتاب وسنت میں خصوصی طور پر اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ ملک عجم کی پیداوار ہے اس لیے اس کا نام معرب (عربی میں بنایا ہو) جاموس ہے۔

حیوۃ الحیوان ج۱ ص۲۳۲ میں علامہ دمیری میں فرماتے ہیں: (والجاموس واحد الجوامیس فارسی معرب) ''یعنی جاموس۔ جو جوامیس صیغہ جمع کا واحد ہے یہ لفظ فارسی سے معرب ہے''۔

جیسے بھیڑ دنبہ بکری کی جنس سے ہے۔ اس طرح جاموس بقر یعنی بھینس گائے کی جنس سے ہے۔ چنانچہ ''حیوۃ الحیوان'' کے صفحہ محولہ میں لکھا ہے (حکمہ وخواصہ کالبقرۃ) یعنی بھینس کا حکم (اور اس کی خصوصیات) مثل گائے کے ہے یعنی اس کی جنس ہے۔ ''ہدایہ فقہ'' کی مشہور درسی کتاب کی جلد۲ ص۲۲۹ میں لکھا ہے:

(ویدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه)

''یعنی قربانی کے بارے میں بھینس گائے کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ اس کی جنس سے ہے''۔

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے باب الزکوۃ میں۔ زکوۃ کے احکام بیان فرماتے ہوئے باسناد یوں درج کیا ہے:

(ابوبکر قال حدثنا معاذ بن معاذ عن اشعث عن الحسن انه یقول الجوامیس بمنزلة البقرة)

''یعنی جیسے تیس گائیوں پر زکوۃ ہے ویسے ہی تیس بھینسوں پر ہے''۔

امام حسن بصری نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے علم قرآن وحدیث کا حاصل کیا ہے۔ انہوں نے بھینس کو گائے کی جنس سے ٹھہرایا کہ اس پر وہی حکم لگایا ہے

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں ص۲۱۲ شرح مصفی میں حیوانوں کی زکوۃ کا حکم بیان فرماتے ہوئے ایک مقام پر لکھا ہے:

(قال مالك فی العراب والبخت والبقر والجوامیس نحو ذلك)

یعنی امام مالک نے فرمایا جیسے گوسفند اور بکری سے زکوۃ لینے کی تفصیل بیان ہوئی ہے ایسے ہی عربی اونٹوں اور بختی اور گائیوں اور بھینسوں سے زکوۃ لینی چاہیئے۔

امام مالک تبع تابعین سے ہیں جو جاموس کو گائے کے ساتھ شمار کرتے ہیں پس تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں جاموس گائے کی جنس میں شمار رہا۔

کنوز الحقائق میں ایک روایت یوں درج ہے:

(الجاموس فی الاضحیة عن سبعة)

یعنی بھینس قربانی میں سات کی طرف سے شمار ہے۔ اس کی اسناد کا کچھ علم نہیں ہے۔

لیکن جاموس کو گائے کے ساتھ شمار کرنے میں اکابر محدثین کا مسلک ہے

چنانچہ مرعاۃ المفاتیح ج۲ ص۳۰۳ میں ہے:

(لمارأى الفقهاء مالكاوالحسن وعمر بن عبدالعزيز وابا يوسف وابن مهدى ونحوهم انهم جعلوا الجاموس فى الزكوة كالبقرفهم من ذالك ان الجاموس ضرب من البقر فعبر عن ذالك بانه نوع منه)

''یعنی فقہاء محدثین امام مالک امام حسن بصری امام عمر ابن عبد العزیز قاضی ابو یوسف امام ابن مہدی وغیرہ جاموس کو گائے کی ایک قسم شمار کرتے ہیں اس لیے زکوٰۃ بھینس گائے کے حساب سے بیان کرتے ہیں۔

(اعلم انه لايجزى فى الاضحية بغير بهيمة الانعام لقوله تعالىٰ ﴿ليذكروا اسم الله على مارزقهم من بهيمة الانعام﴾ وهى الابل والبقر والغنم .والغنم صنفان المعز والضان)

''یعنی یہ بات جان لینی چاہیئے کہ ''بھیمۃ الانعام'' کے بغیر کوئی جانور قربانی میں کفایت نہیں کرسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن مجید میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام قربانی کے مویشیوں پر یاد کریں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں۔اور وہ اونٹ گائے غنم ہیں اور غنم کی دو قسمیں ہیں ایک بکری اور دوسری بھیڑ۔ان جانوروں کے سوا کسی جانور کی قربانی نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے۔پھر لکھتے ہیں:

(واما الجاموس فمذهب الحنفية وغيرهم جواز التضحية به)

''یعنی مذہب حنفی وغیرہ میں بھینس کی قربانی جائز لکھتے ہیں''۔

پھر یہ لکھا ہے:

(قالوا:لان الجاموس نوع من البقر ويؤيد ذالك ان الجاموس فى الزكوة كالبقرة فيكون فى الاضحية ايضا مثلها)

''یعنی فقہاء حنفیہ وغیرہ یہ لکھتے ہیں: کہ بھینس گائے کی ایک قسم ہے اور ان کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ بھینس زکوٰۃ کے بارہ میں مثل گائے کے ہے تو قربانی میں بھی بھینس اسی کی مثل ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ بھینس حلال ہے۔اس کی دلیل سورۃ مائدہ کی آیت ہے: ﴿احلت لكم بهيمة الانعام﴾

''تمہارے لیے چار پائے مویشی حلال کیے گئے ہیں''۔

تفسیر خازن وغیرہ میں سب چار پائے حیوانوں کو جو مویشی ہیں۔گھوڑے کی طرح سم دار نہیں اور شکار کرنے والے درندے نہیں ہیں۔سب ''بھیمۃ الانعام'' میں داخل ہیں اس لیے یہ حلال ہیں اور ''بھیمۃ الانعام'' کی قربانی نص قرآنی سے ثابت ہے چنانچہ سورۃ حج میں یہ آیت ہے: ﴿ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على مارزقهم من بهيمة الانعام﴾

''یعنی ہم نے ہر امت کے لیے طریقہ قربانی کرنے کا مقرر کیا ہے تاکہ اللہ کا نام (ذبح کے وقت) ان مویشیوں پر ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں۔(اور انہوں نے پال رکھے ہیں)۔

موضح القرآن میں ''بھیمۃ الانعام'' پر لکھا ہے:

انعام وہ جانور ہیں جنہیں لوگ پالتے ہیں کھانے کو جیسے بکری بھیڑ جنگل کے ہرن اور نیل گائے وغیرہ اس میں داخل ہیں کہ جنس ایک ہے بنابریں بھینس بھی ''بھیمۃ الانعام'' میں دخل ہے۔

چنانچہ فتاوی ثنائیہ جلد اصفحہ ۵۲۰ میں سوال جواب یوں درج ہے:

سوال: بھینس کی حلت کی قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے؟ اور اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

جواب: جہاں حرام چیزوں کی فہرست دی ہے وہاں یہ الفاظ مرقوم ہیں: ﴿قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة اودما مسفوحا......﴾ (الآیة)

ان چیزوں کے سوا جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو وہ حلال ہے۔ بھینس ان میں سے نہیں (لہٰذا وہ حلال ہے۔ نعیم الحق) اس کے علاوہ عرب کے لوگ بھینس کو بقر (گائے) میں داخل سمجھتے ہیں۔

تشریح: حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا پس اس کی قربانی نہ سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ تعامل صحابہؓ سے ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا کہ حنفیہ کا قیاس ہے (کما فی الھدایة) یا عموم "بھیمة الانعام" پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لیے علت کافی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۸۱۰)

میں کہتا ہوں کہ بھینس کو "بھیمة الانعام" میں شمار کرنا قیاس نہیں ہے۔ قرآنی نص "بھیمة الانعام" کا لفظ عام ہے جس کے لیے کئی افراد ہیں گائے، بکری وغیرہ۔ تو بھینس بھی ﴿بھیمة الانعام﴾ کا ایک فرد ہے۔ "بھیمة الانعام" کی قربانی منصوص ہے تو بھینس کی قربانی بھی نص قرآنی سے ثابت ہوگئی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ نہیں ہے تو جواز کو مانع نہیں ہے دیکھیئے ریل، جہاز، سائیکل، کار، موٹر وغیرہ کا وجود عہد نبوی ﷺ میں نہ تھا ان کی

سواری نہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور نہ سنت صحابہ کی ہے۔ تاہم یہ سب چیزیں عموم کے تحت آجاتی ہیں۔ اور علماء اسلام ریل، سائیکل وغیرہ پر سوار ہونگے یا اونٹ، گھوڑے، گدھے وغیرہ پر سوار ہوں گے۔

نیز نماز کی اذان عہد نبوی ﷺ میں بلند مقام پر پڑھی جاتی تھی۔ اور اس وقت لاؤڈ سپیکر نہ تھا۔ لیکن اب مسجدوں کے اندر لاؤڈ سپیکر نصب ہیں اور اذان مسجد کے اندر کہی جاتی ہے پہلا مسنون طریق اور دوسرے مروجہ کو جائز کہا جائے گا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ بکری گائے کی قربانی مسنون ہے اور بھینس بھینسا کی قربانی جائز اور مشروع ہے۔ اور ناجائز لکھنے والے کا مسلک صحیح نہیں ہے۔ فقط

(اخبار الاعتصام لاہور ج ۲۶ ش (شمارہ) ۱۵، بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۷۱، ۷۴ باب قربانی)

قاضی محمد عبداللہ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (خانپوری):

بھینس کی قربانی جائز ہے؟

قربانی سابقہ امتوں میں بھی جاری رہی ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة الانعام﴾۔ (الحج: ۳۴)

"اور ہر ایک امت کے لیے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چارپائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لیں"۔

(ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم)

گویا ہمیشہ سے "بھیمۃ الانعام" (مویشی چار پایوں) کی قربانی کا حکم خداوندی چلا آتا ہے۔

"بھیمۃ" کی تعریف مفردات راغب میں ہے: (والبھیمۃ مالا نطق له وذالك بما فی صوته من الابهام لكن خص فی التعارف بما عدا السباع والطیر فقال الله تعالیٰ: ﴿احلت لكم بھیمۃ الانعام﴾)

"بھیمۃ اس جانور کو کہتے ہیں جو کلام نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کی آواز میں ابہام ہوتا ہے۔ لیکن عرف میں درندوں اور پرندوں کے سوا باقی جانوروں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ (تمہارے لیے مویشی، چارپائے حلال کیے گئے ہیں۔)"

"مصباح المنیر" میں ہے: (والبھیمۃ كل ذات اربع من دواب البحر والبر)

(والبھیمۃ كل ذات اربع من دواب البحر والبر)

"بھیمۃ ہر چار ٹانگوں والا جانور ہے جو خشکی اور تری میں پایا جائے"۔

"مختار الصباح" میں ہے:

(والانعام ھی المال الراعیۃ)

"یعنی (انعام) چرنے چگنے والے جانوروں کو کہتے ہیں"۔

پس "بھیمۃ الانعام" جن کی قربانی ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ وہ چرنے چگنے والے چوپائے ہیں۔

"بدایۃ المجتہد" میں ہے:

(اجمع العلماء علی جواز الضحایا من جمیع بھیمۃ الانعام)

"تمام علماء کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ سب "بھیمۃ الانعام" (چرنے چگنے والے چوپایوں کی قربانی جائز ہے)"۔

بھینس لفظ "بھیمۃ الانعام" کی تعریف میں آتی ہے۔ اس لیے اس کی قربانی بھی اجماعاً جائز ہوئی۔

لیکن چونکہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں سوائے اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری کی قربانی ثابت نہیں۔ اس لیے ایک خیال یہ ہے کہ چونکہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں بھینس کی قربانی نہیں ہوئی اس لیے اب جائز نہیں ہو سکتی۔

لیکن ان مذکورہ جانوروں کے علاوہ ایک روایت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ بھی ہے کہ زمانہ نبوی میں گھوڑے کی قربانی بھی کی گئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی گھوڑے کی قربانی کرنا ثابت ہے۔ (تلخیص الحبیر ص ۳۸۴)

علاوہ ازیں بھینس بھی گائے کی جنس سے ہے۔ اور گائے کی ایک قسم ہے۔ اس لیے جو حکم گائے کا ہے وہی بھینس کا بھی ہے۔ عربی میں بھینس کو جاموس کہتے ہیں۔

"قاموس اللغۃ" میں ہے (الجاموس) معرب گاؤمیش جمع جوامیس۔

یعنی جاموس معرب ہے گاؤمیش۔ اور اس کی جمع جوامیس ہے۔ اور لفظ گاؤمیش کا معنی گائیوں میں دنبہ۔ یعنی جس طرح بھیڑوں میں دنبہ موٹا اور جسم میں بھاری ہوتا ہے اسی طرح بھینس گائیوں میں سے ایک بھاری بھر کم گائے ہے۔ اور بمنزلہ گائیوں کے دنبہ کے ہے۔

علامہ کمال الدین دمیری (تحت البقر الاھلی) "حیوۃ الحیوان الکبریٰ" ج ۱

ص ۱۲۵‘‘ میں لکھتے ہیں:

(وهی (ای البقر) اجناس فمنها جوامیس وهی اکثرها البانا واعظمها اجساما. قال الجاحظ: الجوامیس ضأن البقر وهذا یقتضی انها اطیب وافضل من العراب حتی انها تکون مقدمة علیها فی الضحیة کما یقدم الضأن علی المعز)

’’اور گائیوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض ان میں سے جوامیس (بھینسیں) ہیں ان کا دودھ زیادہ ہوتا ہے اور جسامت میں بڑی ہوتی ہیں۔ امام جاحظ کہتے ہیں کہ بھینس گائیوں میں بمنزلہ دنبوں کے ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ عراب (ایک قسم کی گائے) سے زیادہ عمدہ اور افضل ہے‘‘۔

علاوہ ’’عراب‘‘ اور جوامیس (بھینسوں) کے علاوہ دمیری نے گائیوں کی اور قسموں دربانی اور بقر الخیس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور موخر الذکر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مصر میں پائی جاتی ہے۔ اور اس کے سینگ ہلالی ہوتے ہیں۔

پاکستان میں گائیوں کی مفصلہ ذیل اقسام پائی جاتی ہیں جو دودھ کے لحاظ سے اور دیگر اوصاف میں ایک دوسری سے مختلف ہیں:

ساہیوال، بھاگناڑی، داجل، دھنی، ریڈ سندھی، تھرپارکر، رجان، لوہانی۔

تو کیا ان میں سے بھی بعض کو جائز اور بعض کو ناجائز کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

قربانی کے لیے جانور جتنا موٹا اور جتنا قیمتی ہوگا۔ اسی لحاظ سے اس کی قربانی بھی افضل ہوگی۔ فقہ حنابلہ کی مشہور کتاب ’’کشاف القناع علی متن الاقناع‘‘ میں

ہے۔

(’’وافضلها‘‘ ای الاجناس ای افضل کل جنس ’’اسمن ثم اغلی ثمنا‘‘ بقوله تعالی ﴿ومن تقوی القلوب﴾ قال ابن عباس تعظیمها استسمانها ولان ذالك اعظم لاجرها واکثر لنفعها)۔ (ص ۶۳۴)

’’ان قربانی کے جانوروں کی ہر قسم سے افضل وہ جانور ہوگا۔ جو زیادہ موٹا او زیادہ قیمتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنا پر کہ جو شخص اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقوئی سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان قربانی کے جانوروں کا احترام یہ ہے کہ وہ موٹے ہوں۔ اور پسندیدہ ہوں اور اس میں ان کا اجر بھی بڑا ہے۔ اور ان کا نفع بھی زیادہ ہے‘‘۔

چونکہ بھینس عام گائے سے جسامت اور قیمت میں بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا اجر عام گائے کی قربانی سے افضل ہے۔

کشاف مذکور میں ہے: (’’والجوامیس فیهما‘‘ ای فی الهدی والاضحیة ’’کالبقر‘‘ فی الاجزاء والسن واجزاء الوحدة عن سبعة لانها نوع منها‘‘)۔

(ج۱ ص۶۳۵)

’’اور ان دونوں حج کی قربانی اور عام قربانی میں بھینسوں کا حکم بلحاظ عمر اور اکتفاء یعنی قربانی میں سات آدمیوں کی شرکت کے لحاظ سے وہی ہے جو گائے کا ہے کیونکہ بھینس گائے کی قسم سے ہے‘‘۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

(والجوامیس والبقر سواء لان اسم البقر یتناولها اذا هو نوع منه الا

ان اوهام الناس لاتسبق اليه فی ديارنا لقلته)۔ (ج۱ص۱۷۰)

"بھینس اور گائے کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ لفظ "بقر" دونوں کو شامل ہے۔اس لیے کہ بھینس بھی گائے کی ایک قسم ہے۔مگر ہمارے علاقہ (مرغینان) میں عام لوگوں کا خیال اس طرف نہیں جاتا ہے۔کیونکہ (بھینس) یہاں کمیاب ہے"۔

قدوری میں بھی ایسا ہی مضمون پایا جاتا ہے۔کہ ان دونوں کا حکم ایک ہے۔

پس خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:

﴿۱﴾......بھینس مسلمہ طور پر گائے کی ایک قسم ہے۔اس لیے ہر دو کا حکم ایک ہی ہے۔

﴿۲﴾......بھینس گائے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔اور جسامت بھی عام گائے سے بڑی ہوتی ہے۔اور اس سے نفع بمقابلہ عام گائے کے زیادہ ہے۔اس لیے اس میں ثواب بھی زیادہ ہے۔

﴿۳﴾......کم از کم بھینس کی قربانی کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ج ۲۰ شمارہ ۴۲، ۴۳ ص ۹، ۱۰، بابت ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء، بمطابق ۶ ربیع الاول جمعۃ المبارک ۱۳۸۹ھ) از قاضی محمد عبداللہ ایم۔اے۔ایل۔بی (خانپوری) ایڈووکیٹ مانسہرہ (ہزارہ)

مذکورہ بالا فتوی پر تبصرہ:

مذکورہ بالا فتوی میں جو علمی و تحقیقی انداز اختیار کیا گیا ہے۔وہ یقیناً لائق تحسین ہے۔مگر گھوڑے کی قربانی کے جواز کا معاملہ اور اس سے بھینس کی قربانی کا جواز ثابت کرنا

غلط ہے۔

جناب مولانا حافظ احمد اللہ فیصل آبادی کا فتوی

جناب مولانا حافظ احمد اللہ جن کے حالات زندگی کی کچھ جھلکیاں "مجلۃ الدعوۃ" ج ۱۰ ش ۳ بابت مارچ ۱۹۹۹ء ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ کے ۴۶ میں شائع ہو چکی ہیں وہ ارسال کردہ خط کا جواب اپنے مکتوب میں یوں دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و مکرم محمد حنیف وینس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! کے بعد عرض ہے کہ میری کئی سالوں کی تحقیق ہے کہ بھینسے کی قربانی جائز ہے۔لہٰذا میں آپ کے ساتھ بھینسے کی قربانی کرنے میں متفق ہوں، اور اس بات پر بھی متفق ہوں کہ سورۃ الحج میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام﴾

یہ لفظ عام ہے۔اور ہر پالتو جانور کو شامل ہے۔نص قرآن سے کسی حیوان کو خارج کرنا صحیح نہیں۔رسول اللہ ﷺ کا جاموس (بھینس) کو قربانی نہ کرنا اس کے مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں۔مثلاً جاموس کی حجاز میں قلت کی وجہ سے قربانی نہ کی ہو اور کوئی وجہ ہو۔لہٰذا نبی اکرم ﷺ کے فعل سے عدم جواز کی دلیل صحیح نہیں بعض علماء کا یہ کہنا کہ جاموس بقر کی جنس نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کی صورت میں بڑا فرق ہے یہ بات صحیح نہیں کیونکہ دنبہ اور مینڈھا ان کی صورتوں میں فرق ہے کیونکہ دنبے کی چکلی ہوتی ہے اور مینڈھے کی چکلی نہیں ہوتی یہ واضح فرق ہے اور بالاتفاق اہل لغت کے ہاں اس کو ضان کہا جاتا ہے

اور بظاہر ''ضان'' کی چار قسمیں ہیں بھیڑ اور مینڈھا دنبہ اور دنبی حالانکہ قرآن مجید میں ان کو دو قسمیں ہی کہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿من الضان اثنین ومن المعز اثنین﴾

اور تعجب ہے کہ لغت عرب میں ان چھ قسموں (بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی اور بکرا، بکری) کے لیے غنم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے اور ان اقسام میں بڑا فرق ہے اس لیے (یہ) بات غلط ہوئی کہ جاموس بقر کی نوع نہیں ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حج میں اونٹ ذبح کیے اور گھر میں قربانی کے لیے کبشین اقرنین (مشکوۃ المصابیح باب فی الأضحیة) (دو سینگوں والے مینڈھے) کا ذکر ہے تو صراحتاً دنبے اور دنبی کی قربانی کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ کہنا کہ دنبے کی قربانی ناجائز ہے اور اس طرح جاموس کی قربانی کو ناجائز قرار دینا بھی غلط ہے۔

علامہ ابوالبقاء الدمیری جس کے متعلق علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

(وبرع فی التفسیر والحدیث والفقه واصوله والعربیة والادب وغیر ذالك وتصدی للاقراء والافتاء)

''اور امام دمیری نے تفسیر۔ حدیث، فقہ، اصول فقہ، عربی اور ادب وغیرہ میں خوب مہارت حاصل کی اور پڑھانے اور فتویٰ دینے کی طرف بھی متوجہ ہوئے''۔

حیوۃ الحیوان ص ۸۶، البقر الاھلی کے ذکر میں فرماتے ہیں:

(وهی اجناس فمنها الجوامیس وهی اکثرها البانا واعظمها اجساما قال الجاحظ الجوامیس ضان البقر وهذا یقتضی انها اطیب وافضل من العراب حتی انها تکون مقدمة علیها فی الاضحیة)

''اور بقر اھلی (پالتو گائے) کی کئی جنسیں ہیں۔ ان میں سے ایک بھینس ہے۔ جو دودھ میں سب سے زیادہ اور جسم میں سب سے بڑی ہے۔ علامہ جاحظ فرماتے ہیں کہ بھینس بھیڑ صفت گائے ہے۔ اور اس بات کا تقاضا ہے کہ یہ گائے سے زیادہ عمدہ اور افضل ہے یہاں تک کہ اسے قربانی میں گائے پر فوقیت دی جاتی ہے''۔

اور مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہے کہ جوامیس کا گوشت کم ضرر (رساں۔ نعیم) اور جلد ہضم ہونے والا ہے بہ نسبت گائے کے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

(صرف دستخط العبد احمد اللہ عفی اللہ عنہ، ۹۸،۵،۱۹)

نوٹ: ام المومنین حضرت عائشہ (بکبشین اقرنین) اسی طرح (عن۔ نعیم) ابی سعید کان یضحی بکبشین اقرن۔ کبش کا معنی مینڈھا ہے دنبہ نہیں۔

تبصرہ:

از پروفیسر فضیلۃ الشیخ جناب سعید مجتبیٰ السعیدی حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی دار السعادۃ اندرون قلعہ منکیرہ ضلع بھکر

بخدمت اخی المکرم الفاضل الشیخ نعیم الحق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ بھینس کی قربانی کے جواز کے متعلق آپ کی تحریر میں نے پوری توجہ سے پڑھی۔ ماشاء اللہ آپ نے قلت وسائل کے باوجود اس موضوع پر کافی تحقیق کر کے مفید معلومات جمع کر دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور علم وعمل میں برکت فرمائے۔ اور لوگوں کو اس تحریر سے

مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واپس جواب لکھنے میں ذرا تاخیر ہوگئی ہے دراصل میں آپ کی معلومات کے پہلو بہ پہلو اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرنا چاہتا تھا مگر اپنی معروفیات، وقت کی قلت اور آپ کی طرف سے عجلت کے پیش نظر صرف دو حوالہ جات پیش نظر ہیں۔ ان سے واضح ہوگا کہ متاخرین عرب اہل علم بھی "الجاموس" کو "البقر" کی قسم شمار کر کے اس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں۔

چنانچہ فضیلۃ الاستاذ سید سابق اپنی مشہور کتاب "فقہ السنۃ ج ۱ ص ۳۲۱" پر زکوۃ البقر کے ذیل میں رقم طراز ہیں (یشمل الجاموس) کہ البقر، الجاموس کو بھی مشتمل ہے۔ انہوں نے اگرچہ قربانی کی صراحت نہیں کی تاہم اسے من کل الوجوہ، البقر ہی شمار کیا ہے کہ بھینس اپنی تمام جہتوں سے گائے کی مانند اور ان دونوں کے احکام ایک جیسے ہیں اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح:

"الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ المقرونۃ بالادلۃ الشرعیۃ الجزء الثالث" کے صفحہ نمبر ۹ پر فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان المدرس فی "معہد امام الدعوۃ" بالریاض رقم طراز ہیں:

(والجوامیس فی الھدی والاضحیۃ کالبقر فی الاجزاء والسن واجزاء الواحدۃ عن سبعۃ لانھا نوع منھا - واللہ اعلم وصلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم)

"کہ قربانی کے لیے جواز، عمر اور سات کی طرف سے ایک کی کفایت کے سلسلہ میں بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بھی اسی گائے کی ایک قسم ہے۔ اللہ اعلم"

لہٰذا گائے کی مانند بھینس کی قربانی بلاتردد جائز ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم

وانا العبد المذنب

ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی

(بھینس کی قربانی ص ۱۸، ۱۷)

جناب ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کا فتویٰ

جناب ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی نے ارسال کردہ خط کا جواب یوں لکھا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوہاب

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بھینس کی قربانی کا ثبوت نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا قربانی کے معاملہ میں اس سے اجتناب بہتر ہے۔ تاکہ سنت رسول پر عمل ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کو بھی حلال جانوروں میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس کی قربانی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس لیے اسے مسلمان قربانی کے لیے پیش نہیں کرتے۔ باقی بھینس کو نوع بقر میں شامل کر کے اس کی قربانی کا جواز تلاش کرنا میرے خیال میں تکلفات ہیں اور ان سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿(و) ما آتاکم الرسول فخذوہ﴾ "اور جو تمہیں رسول دے اسے لے لو" ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے"

اگر نبی ﷺ سے بھینس کی قربانی کا ثبوت ملتا تو یہ چیز ہمارے لیے دلیل ہوتی۔

صحابہ کرام جو فتوحات کرتے ہوئے دور دراز کے علاقوں میں نکل گئے تھے ان سے بھی اگر اس کا جواز مل جاتا تو قابل اطمینان بات تھی۔ جب قربانی کے وقت بھینس عرب کے علاقہ میں موجود ہی نہ تھی تو اب اس مسئلہ پر خواہ مخواہ بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔ البتہ کسی کا جی چاہے تو عام دنوں میں بھینس کے گوشت سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

۹۸-۵-۱۶ مع مہر و دستخط

جناب ابو جابر عبداللہ کے مذکورہ بالا فتویٰ پر تبصرہ:

ترتیب وار اقتباسات اور ان پر تبصرہ حاضر خدمت ہے۔

① ...... صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بھینس کی قربانی کا ثبوت نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا قربانی کے معاملہ میں اس سے اجتناب بہتر ہے۔ تا کہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل ہو سکے۔

جواب: یہی بات میں ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی اور ان کے ہم خیال حضرات سے کہتا ہوں کہ بھینس کی زکوۃ کا ثبوت نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے نہیں ملتا۔ لہٰذا زکوۃ کے معاملہ میں بھینس کا گائے والا نصاب مقرر کرنے سے اجتناب بہتر ہے (اور اسے عام مال تجارت میں شامل کیا جائے) تا کہ سنت رسول

اللہ ﷺ پر عمل ہو سکے۔

نیز اذان، خطبہ، عام جلسوں کی تقاریر، اعلانات وغیرہ لاؤڈ سپیکر میں نہ کرائے جائیں۔ ریل گاڑی اور دیگر سہولیات کے استعمال سے اور وقت کا تعین گھڑیوں کے ذریعے کرنے سے اجتناب بہتر ہے (اور مسنون ذرائع ہی استعمال کئے جائیں) تا کہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل ہو سکے۔ ماکان جوابکم فھو جوابنا

"اجتناب بہتر ہے"۔ کے الفاظ یا تو شک کا اظہار کر رہے ہیں۔ یا جواز کا اشارہ دے رہے ہیں اگر شک ہے تو تحقیق کے بغیر کیوں فتویٰ صادر فرمایا گیا؟ اور اگر ذہن جواز کا قائل ہے تو اسے کیوں چھپایا گیا؟

② ...... گھوڑے کو قربانی میں پیش نہ کرنے کی وجہ:

ڈاکٹر صاحب سے اس سلسلہ میں پہلی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے بھینس کی قربانی کو مسنون سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ خود سوال کے اندر اس کی تردید موجود ہے۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ شاید سائل ہر حلال جانور کی قربانی کا قائل ہے جب کہ سوال میں اس کا کوئی اشارہ تک موجود نہیں۔ بلکہ سوال میں صرف گھریلو "بھیمۃ الانعام" کی قربانی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس میں گھوڑے، گدھے، خچر کو شامل نہیں کیا گیا۔ اور پہلے تفصیل گزر چکی ہے کہ گھوڑا، گدھا اور خچر "بھیمۃ الانعام" میں داخل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمان گھوڑے کو قربانی میں پیش نہیں کرتے۔

اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ باب ۵ مانعین کے چوتھے شبہ کے ذیل میں آ رہی ہے۔

③ ...... باقی بھینس کو نوع بقر میں شامل کر کے قربانی کا جواز تلاش کرنا میرے خیال میں یہ تکلفات ہیں اور اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

جواب: مطالعہ اور تحقیق کے بغیر فتویٰ جاری کرنا اجماع امت کو۔ اگر چہ سوال کے ذریعے سے ہی پڑھ کر اس کا رد نہ ثابت کر سکنا یا نہ کرنا۔ بلکہ صرف اپنے خیال سے رائے کا اظہار کرنا میرے خیال میں یہ تکلفات ہیں اور علمی دنیا میں یہ عظیم جرم ہے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

④ ...... ﴿(و) ما آتاکم الرسول فخذوہ ...... الخ﴾

جواب: ﴿وما آتاکم الرسول ......﴾ میں کلمہ "ما" عام ہے۔ جو قرآن مجید اور ہر قولی، فعلی اور تقریری سنت کو شامل ہے۔ لفظ "ما" کو عملی سنت تک محدود کرنا بلا دلیل عام کی تخصیص ہے۔ دوسری آیت میں "فی رسول اللہ" کا مضاف محذوف (فی سیرة، فی نبوة ، فی رسالة رسول الله ﷺ) کے عام الفاظ کی بجائے (فی عمل رسول الله) کو مقدر ماننا کہاں کی فقاہت ہے؟

یعنی آیت کا مفہوم تو عام ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت نبوت اور رسالت میں بہترین نمونہ ہے اور اس عام مفہوم میں رسول اللہ ﷺ کی ہر قولی فعلی و تقریری حدیث بھی شامل ہے مگر ڈاکٹر صاحب کے بیان کے مطابق آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کا عمل تمہارے لیے نمونہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ بھینس باجماع امت "بھیمة الانعام" میں داخل ہے اور "بھیمة الانعام" کی قربانی نص قرآنی سے ثابت ہے جسے (وما نھٰکم عنه) کی دلیل قائم کیے بغیر (وما آتاکم

الرسول) سے خارج کرنا کونسی دانش مندی اور اصول پسندی کی بات ہے۔

اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے رفقاء کے ذریعے سے ۹۲ھ میں بھینس مدینہ، بصرہ اور کوفہ، مصر، افریقہ وغیرہ علاقوں میں نہیں پہنچی تھی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری جیسے جلیل القدر تابعین اور امام مالک، سفیان ثوری۔ عبدالرحمان بن مہدی، عبدالرزاق، امام ابوحنیفہ اور ان کے رفقاء تبع تابعین نے اسے گائے کی ایک نوع کیسے قرار دے دیا۔ اور امام مالک نے باقی جانوروں کی طرح اس کے لیے بھی کلمہ حصر "انما" کیوں استعمال فرمایا؟ نیز صحابہ کرامؓ سے بختی اونٹ اور دنبے کی قربانی بھی ثابت نہیں ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہوگا؟۔ جس آدمی کو اصل مسئلہ کی تحقیق ہی نہیں۔ تو اس کا خواہ مخواہ اجماع امت کی مخالفت کرنا مناسب نہیں۔

⑤ ...... "البتہ کسی کا جی چاہے تو عام دنوں میں بھینس کے گوشت سے وہ استفادہ حاصل کر سکتا ہے"۔

جواب: "البتہ کسی کا جی چاہے" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں بھینس کی حلت بھی کوئی قابل اطمینان بات نہیں۔ اگر حلت یقینی ہے تو کس دلیل سے؟ کیونکہ بھینس کی حلت بھی رسول اللہ ﷺ اور عمل صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں۔ اور وہ دلیل قربانی سے مانع کیسے؟ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یا تو خود ڈاکٹر صاحب کو بھینس کا گوشت مرغوب یا پسند نہیں یا ان کے علاقہ میں اس کا زیادہ استعمال ہی نہیں۔ البتہ پنجاب میں بھینس کے گوشت کو گائے کے گوشت پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور لفظ "استفادہ" بتا رہا ہے کہ بھینس کا گوشت کھانے کے سوا دوسرے کام بھی آتا ہے نہ جانے

کہ وہ دوسرا فائدہ کونسا ہے۔

⑥......"استفادہ حاصل کرسکتا ہے"

شاید استفادہ کے ساتھ "حاصل" کا لفظ بتا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا علم محض لوگوں پر رعب جھاڑنے کے لیے ہے۔ ورنہ عربی مدرسے کی تیسری کلاس کا صحیح طالب علم ہر حال میں جانتا ہے کہ باب "استـفـعـال" کے اندر حصول کا معنی پہلے ہی موجود ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اس کے اظہار کا تکلف کرنے اور اپنے فتویٰ کو علمی دنیا کے سامنے بے وزن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ (بھینس کی قربانی ص ۱۶۸ تا ۱۷۲)

اہل علم کے شبہات کا ازالہ

صاحب "مرعاۃ المفاتیح" کے شبہات

مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح" میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ) "رہی بھینس تو احناف وغیرہ کے مذہب میں اس کی قربانی جائز ہے وہ کہتے ہیں بھینس گائے کی ایک نوع ہے اور ان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ زکوۃ میں بھینس گائے کی طرح ہے تو قربانی میں بھی اسی طرح ہوگی اور اس سلسلہ میں یہ لوگ ایک واضح حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جسے امام مناوی نے اپنی کتاب "کنوز الاحقائق" میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ قربانی میں بھینس کے سات حصے ہیں اور اسے امام دیلمی کی (حدیث کی کتاب) مسند الفردوس کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور میرے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے کیونکہ ان لوگوں (احناف) نے خود اعتراف کیا ہے کہ لوگ جس جانور کو بھینس کے نام سے

جانتے ہیں دونوں جنسوں کے درمیان دیکھنے اور سننے میں ظاہری عظیم اختلاف کی وجہ سے بھینس گائے کے علاوہ کوئی دوسرا جانور ہے اسی وجہ سے ان لوگوں (احناف) نے وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی بقر کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھالے اور بھینس کا گوشت کھالے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر یہی قسم اپنی بیوی کی طلاق سے متعلق کھائے تو بھینس کا گوشت کھانے سے اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔

اور کچھ اہل لغت کی طرف جو یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ اس لغوی نے کہا ہے کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے تو ظاہر بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اس لغوی سے تساہل ہوا ہے۔ اصل میں یوں کہنا چاہیئے تھا بھینس گائے کی طرح ہے یا گائے کے قائم مقام ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ بھینس گائے کے درجے میں ہے اس صورت میں پھر بھینس گائے کی قسم سے نہ ہوگی۔

شاید اس لغت والے نے جب کچھ فقہاء۔ مثلاً مالک حسن بصری عمر ابن عبدالعزیز، قاضی ابو یوسف، عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم کو دیکھا کہ زکوۃ میں انہوں نے بھینس کو گائے کی طرح بنایا ہے تو اس لغوی نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے تو اس نے یہی بیان کر دیا کہ بھینس گائے کی ایک نوع ہے بھینس کے زکوۃ میں گائے کی طرح ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ قربانی میں بھی گائے کی طرح ہو جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور حدیث مذکور کا حال (صحت) معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں اور میرے نزدیک احتیاطی بات یہی ہے کہ انسان قربانی میں انہی جانوروں پر اکتفاء کرے جن کی قربانی فعلی، قولی اور تقریری سنت صحیحہ سے ثابت ہے اور جو چیز رسول اللہ ﷺ صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں اس کی طرف توجہ نہ کرے اور جس

کا دل بھینس کی قربانی کے جواز کے قائلین کے دلائل سے مطمئن ہو جائے تو وہ ان کا مذہب اختیار کرسکتا ہے اس معاملہ میں اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی یہ میری تحقیق ہے حقیقت اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے"۔ (مرعاۃ ج۵ ص۸۱،۸۲)

صاحب "مرعاۃ" کی رائے پر تبصرہ:

صاحب "مرعاۃ" نے اپنی تحقیق کی روشنی میں جو رائے قائم کی ہے وہ علم ودیانت اور انصاف پسندی کے عین مطابق ہے کاش آپ اور آپ کے ہم نوا بھی علمی تحقیقی اور معتدل انداز اختیار کرتے تو معاملہ طول نہ پکڑتا اور نہ ہی میرے جیسے کمزور آدمی کو اس قدر مشقت اٹھانا پڑتی لیکن ﴿وکان امر اللہ مفعولا وکان امر اللہ قدرا مقدورا﴾

صاحب مرعاۃ کے سامنے چونکہ معاملہ واضح نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے شبہات پیش کر دیئے ہیں، راقم الحروف کے سامنے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو اس انداز میں واضح کیا ہے کہ پہلے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لہٰذا دلائل کی روشنی میں صاحب "مرعاۃ" کی رائے پر تبصرہ اور تنقید کرے تو یہ گستاخی نہ ہوگی بلکہ عین انصاف ہوگا چنانچہ اپنی معلومات کی روشنی میں صاحب مرعاۃ کی تحقیق پر تبصرہ وتنقید حاضر خدمت ہے جو صرف اصلاح کے لیے ہے۔ وباللہ التوفیق

صاحب "مرعاۃ" کے شبہات کا ازالہ:

صاحب "مرعاۃ" نے تقریباً تین شبہات پیش کیے ہیں ہر شبہ اور اس کا جواب حاضر خدمت ہے:

پہلا شبہ: بھینس گائے سے الگ قسم ہے:

میرے (صاحب مرعاۃ کے) نزدیک معاملہ اس لیے واضح نہیں کہ ایک تو گائے اور بھینس دونوں جنسوں کے درمیان واضح اور بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے (سمجھتا) ہے۔

دوسرا خود قربانی کے قائلین (احناف) نے اعتراف کیا ہے کہ بقر کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھانے والا بھینس کا گوشت کھالے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر دونوں جانور ایک ہی جنس ہیں تو قسم ٹوٹنی چاہیئے۔ قسم کا نہ ٹوٹنا ان کے نزدیک فرق کو ظاہر کر رہا ہے کہ بھینس گائے میں سے نہیں۔

جواب: یہ ایک شبہ ہے کہ بھینس گائے سے الگ نوع ہے اور اس کی دو دلیلیں ہیں:

(۱) دونوں جنسوں کا ظاہری اختلاف

(۲) حنفیوں کا قسم نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دے کر دونوں جنسوں میں فرق کو ظاہر کرنا ہر ایک کا جواب درج ذیل ہے۔

دو جنسوں کے اختلاف کا حل:

یہ شبہ تب صحیح ہو سکتا ہے کہ نوع من البقر سے عین البقر (خالص گائے) مراد لیں یعنی جاموس کا ترجمہ گائے کریں جبکہ دونوں جنسوں میں اختلاف بھی واضح ہے مگر اس کا کوئی بھی قائل نہیں اس کی مثال ایسے ہے کہ جس طرح لفظ غنم بھیڑ، بکری دونوں انواع کو شامل ہے اب غنم کا معنی نہ عین الضان (صرف بھیڑ ودنبہ) کرنا صحیح ہے اور نہ ہی عین المعز (صرف بکری) یہاں بھی "بقر" کا لفظ عین البقر المعتادة

(گائے) اور جاموس (بھینس) دونوں کو شامل ہے اب بقر کا ترجمہ عین البقر المعتادۃ (صرف گائے) کرنا یا عین الجاموس (صرف بھینس) کرنا غلط ہے۔ جس طرح بھیڑ، بکری کا اختلاف لفظ غنم کو نقصان نہیں دے رہا اسی طرح گائے اور بھینس کا اختلاف لفظ بقر کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔

اسی وجہ سے جاموس کو نوع من البقر کہا گیا ہے عین البقر نہیں۔

احناف کے اعتراف کی حقیقت:

اگر احناف نے صراحت سے یہ اعتراف کیا ہو کہ جاموس (بھینس) بقر (گائے) کی نوع نہیں تو مجھے معلوم نہیں اور اگر صاحب مرعاۃ نے احناف کے قسم نہ ٹوٹنے والے فتوٰی سے سمجھا ہو تو یہ صحیح نہیں کیونکہ صاحب ہدایہ کا قول پہلے گزر چکا ہے جس میں اس نے قسم نہ ٹوٹنے کی وجہ اس کے شہروں میں بھینس کا قلیل ہونا اور بقر کے معنی میں جاموس کا مشہور نہ ہونا بتایا ہے اس نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ بھینس بقر کی نوع نہیں ہے بلکہ اس نے بھینس کو بقر کی ایک نوع ہی لکھا ہے اور کسی چیز کو امور بدیہہ کی طرح شہرت نہ ملنا اس کی اصلیت کو تو ختم نہیں کر دیتا مثلاً صحیح بخاری کے مطابق گھوڑا حلال ہے مگر ایک تو اسکے ذبح ہونے کا معمول نہیں اور دوسرا سنن نسائی میں اس کے حرام ہونے کی بھی ایک ضعیف روایت موجود ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑا مکروہ ہے اور اکثر لوگ اسے حرام سمجھتے ہیں اب ظاہر ہے کہ عرف عام کے حرام سمجھنے کی وجہ سے گھوڑا حرام تو نہ ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے بھینس کے قلت وجود اور "بقر" کے معنی میں

مشہور نہ ہونے کو قسم کے نہ ٹوٹنے کی وجہ قرار دیا ہے نہ کہ نوع کی تبدیلی کو۔

دوسرا شبہ: بعض لغت والوں کا بھینس کو بقر کی ایک نوع قرار دینے میں تساہل:

بعض اہل لغت نے بھینس کو "بقر" کی ایک نوع لکھا ہے اور یہ ان لغت والوں کا تساہل ہے اور اس نرمی کی وجہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے بھینس کو زکوۃ میں گائے کے قائم مقام قرار دیا ہے تو اس سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ گائے کی ایک نوع ہے اب ظاہر ہے کہ زکوۃ کے نصاب میں آنے سے بھینس گائے کی نوع تو نہیں بن سکتی۔

اہل لغت کے اس تساہل کا حل یہ ہے کہ اہل لغت کو یوں کہنا چاہیئے تھا (الجاموس كالبقرة او بمنزلة البقرة) یعنی بھینس گائے کی طرح ہے یا گائے کے مقائم مقام ہے۔ نہ کہ اصل گائے۔

خلاصہ یہ کہ اہل لغت نے تشبیہ کو اصل سمجھ لیا ہے اور فقہاء نے بھی زکوۃ میں بھینس کو گائے کی طرح ہی بتایا ہے نہ کہ گائے۔

جواب: اس شبہ کے کئی حصے ہیں نمبر وار جواب حاضر ہے۔

(۱)......صاحب "مرعاۃ" نے "یُنسب" مجہول کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو مناسب نہیں کیونکہ یہ بات قریباً اہل لغت کے اجماع سے ثابت ہے۔

(۲)......صاحب "مرعاۃ" نے "یُنسب" مجہول کا لفظ استعمال فرما کر خود بھی یہ سمجھا ہے اور دوسروں کو بھی یہ تاثر دیا ہے کہ یہ بات اہل لغت کی طرف محض منسوب ہے شاید اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

مگر سابقہ اوراق میں روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ یہ بات منسوب ہی

نہیں بلکہ عین حقیقت ہے اور اس کے خلاف میرے سامنے کوئی ایک بھی دلیل نہیں آئی اس کے حق میں اجماع امت ضرور ہے۔

(۳)...... یہ اہل لغت کا تساہل نہیں۔ بلکہ صاحب ''مرعاۃ'' کی اپنی تسلی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں تساہل معلوم ہو رہا ہے ورنہ حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی پوری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔

(۴)...... صاحب ''مرعاۃ'' نے جو (کالبقرة اوبمنزلة البقرة) فرمایا ہے اور حسن بصری کے قول کو بنیاد بنایا ہے تو یہ توجیہ قابل قبول نہیں کیونکہ امت کا اجماع اس کے خلاف قائم ہو چکا ہے۔ اب حسن بصری اور اسی طرح کے دوسرے بزرگوں کا قول یا تو اجماع کے خلاف شاذ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا یا اس کی توجیہ امت کے اتفاقی مؤقف کے مطابق کی جائے گی اور وہ توجیہ یہ ہے کہ حکم و جنس کے لحاظ سے گائے اور بھینس ایک ہیں نہ کہ شکل و صورت خصوصیات و نوع کے لحاظ سے جیسا کہ بھیڑ بکری حکم وجنس کے لحاظ سے متفق اور انواع کے لحاظ سے مختلف اس طرح بھینس اور گائے بھی حکم وجنس کے لحاظ سے متفق اور انواع کے لحاظ سے مختلف۔

صاحب ''مرعاۃ'' اور کچھ دوسرے بزرگوں کو شبہ لگنے کی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حسن بصری کے قول کو اتحاد حکم و جنس کی بجائے اتحاد نوع پر محمول کر لیا ہے۔

(۵)...... صاحب ''مرعاۃ'' نے جو فرمایا ہے کہ:

''ضروری تو نہیں کہ زکوٰۃ کا معاملہ قربانی جیسا ہو''۔

تو اس کا مفصل جواب اسی باب میں دیگر اہل علم کے پہلے شبہ کے ذیل میں عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

تیسرا شبہ: حدیث مذکور کا حال معلوم نہیں تو قابل اعتماد نہیں۔

جواب: اگر مطلب یہ ہو کہ حدیث کا موجود ہونا معلوم نہیں تو یہ مطلب درست نہیں کیونکہ یہ حدیث امام مناوی کی کتاب ''کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ''المطبوع علی ھامش ''الجامع الصغیر'' للسیوطی کے ج۱ ص۱۱۴ پر درج ذیل الفاظ سے موجود ہے۔ (الجاموس عن سبعة الاضحية)

''بھینس کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے''۔

اور مسند الفردوس للدیلمی مطبوع جلد۲ ص۲۰۲ حدیث ۲۲۷۲ میں الفاظ یوں وارد ہیں:

(عن علی بن ابی طالب: الجاموس یجزیء عن سبعة فی الاضحية)

''حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ بھینس قربانی میں سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہوتی ہے''۔

اور اگر مطلب یہ ہو کہ اس حدیث کا ضعف یا صحت معلوم نہیں تو یہ مطلب بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ جب تک حدیث کی صحت معلوم نہ ہو قابل استدلال نہیں ہو سکتی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اسے تقریباً اجماع امت کی تائید حاصل ہے۔ ہاں اگر اس کا کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب ہو تو پھر ہر حال میں مردود ہوگی۔

شبہات کا نتیجہ:

میرے (صاحب ''مرعاۃ'' کے) نزدیک احتیاط یہ ہے کہ انسان قربانی کے معاملے میں اس چیز پر اکتفاء کرے جو قولی فعلی اور تقریری سنت صحیحہ سے ثابت ہو جو چیز

آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین سے ثابت نہیں اس کی طرف توجہ نہ کرے۔البتہ قائلین کے دلائل سے جس کا دل مطمئن ہو جائے وہ بے شک ان کا موقف اختیار کرے اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی۔

جواب: صاحب مرعاۃ کا فرمان تب درست تھا کہ اگر قائلین بھینس کی قربانی کو مسنون کہتے۔حالانکہ میری معلومات کے مطابق اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ جہاں تک اس قانون کا تعلق ہے کہ جو بات قرآن وسنت اور عمل صحابہ وتابعین سے ثابت نہ ہو وہ دین نہیں یہ قانون بالکل صحیح ہے اور ہم بھی اس قانون کے مطابق قرآنی نص ''بهيمة الانعام'' وبقر اور حدیث رسول اللہ ﷺ (مسنۃ) اور تابعین اور بعد والوں کے اجماع سے ہی بھینس کو گائے کی ایک نوع قرار دے کر اس کی قربانی کا جواز بیان کر رہے ہیں۔

البتہ ہر دور میں بھینس کے مقابلے میں گائے ہی کی قربانی کو زیادہ شہرت حاصل رہی ہے اس طرح لوگوں کے ذہن زیادہ گائے ہی کی طرف مائل رہے ہیں اور بھینس مسنون بھی نہیں شاید اسی وجہ سے گائے کو فوقیت حاصل ہے مگر واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جو پالتو جانور میسر آ گئے آپ ﷺ نے ان پر عمل کر کے دکھا دیا اور اصول کو محدود نہیں کیا لہٰذا یہاں مسنون وجواز کا مسئلہ تو ہو سکتا ہے۔نہ کہ جائز اور ناجائز کا، کیونکہ آپ ﷺ نے گائے صرف ایک مرتبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے ذبح فرمائی تھی اور اپنی طرف سے اونٹ ہی ذبح کیے تھے۔(بخاری کتاب الاضاحی باب الاضحیۃ للمسافر والنساء و مسلم کتاب الحج باب صفۃ حج النبی ﷺ)

اجماع کا منکر کون ہے؟:

آج کل غیر مقلدین نے کچھ زیادہ ہی شور ڈال رکھا ہے کہ ہم قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس یعنی ادلہ اربعہ کو مانتے ہیں۔سر دست یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہیے کہ ان کے اس قول کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان کے ''مجتہد العصر حافظ عبداللہ روپڑی جیسے امام اور پیشوا اجماع کے منکر ہیں۔اس بات کو نعیم الحق ملتانی کی زبان سے سن لیجیے! لکھا ہے: جی میں آتا تھا کہ اس کتاب کو حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ کے نام گرامی سے موسوم کروں جن کی وجہ سے علمی حلقوں میں اس مسئلہ کی بحث کا آغاز ہوا۔(ص ۱۵) گویا پہلے منکر روپڑی صاحب ہیں۔

پیش لفظ میں محمد رفیق الاثری نے لکھا ہے: چند سال سے یہ مسئلہ اہلحدیث عوام میں قابل بحث بنا ہوا ہے۔(ص ۱۹)

یعنی اختلاف کی بنیاد رکھنے والا اور عوام کو راہ راست سے ہٹا کر اجماع کا منکر بنانے والا بھی وہی روپڑی ہے، جس نے اتفاق کو پارہ پارہ کر دیا اور آج تک اجماعی مسئلہ کو انتشار کی نذر کر کے عوام کو لڑا دیا۔

نعیم الحق نے لکھا ہے: اس مسئلہ پر شبہات ڈالنے یا شبہات لگنے کے سلسلے کو ابھی ایک صدی بھی نہیں گزری، ورنہ اس سے پہلے یہ مسئلہ امت کے اجماع سے ثابت ہے۔(ص ۲۲)

ثابت ہوا کہ روپڑی نے پوری امت کے خلاف اپنی الگ راگنی الاپی ہے اور ''سبیل المؤمنین'' سے ہٹ گئے ہیں۔

مزید لکھا ہے: اس دور کے صحابہؓ وتابعین کے اجماع سکوتی سے بھینس گائے کی ایک نوع قرار پا گئی۔ لہٰذا اس اجماع کو کسی قطعی دلیل کے بغیر چھوڑنا گمراہی کے خطرہ سے خالی نہیں۔ (ص ۷۳)

ص ۱۶۴ پر ثابت کیا ہے کہ روپڑی کی بنیاد محض اپنے گمان اور خیال پر ہے۔ اور کوئی دلیل نہیں اور ناانصافی اس حد تک کی ہے کہ بھینس کو زکوٰۃ میں جائز اور قربانی میں ناجائز مانا ہے۔ اور لکھا ہے: زکوٰۃ میں قبول کرنا اور قربانی میں قبول نہ کرنا آخر کیوں؟"۔

اور پھر روپڑی کی عقل ودانش پر یوں قدغن لگائی ہے: زکوٰۃ خاص میں بھینس کو شامل کرلینا اور قربانی عام میں شامل نہ کرنا کونسی دانش کی بات ہے؟ (ص ۱۶۵)

اسی سلسلہ میں ملتانی مذکور نے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ بعض نے جو یہ لکھا ہے کہ "الجاموس نوع من البقر" یعنی بھینس گائے کی ایک قسم ہے....." اس میں لفظ "وبعض" کا استعمال تسامح کا اظہار کردیا ہے (نہیں، کاریگری کی ہے۔ ساقی) ورنہ تابعین سے لے کر تمام امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ (۱۶۶) اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ان کے اس "مجتہد العصر" کو "ضان" کا معنی بھی نہیں آتا تھا۔ ملاحظہ ہو! ص ۱۶۷

بھینس کی قربانی کے منکرین کو چیلنج:

❁......نعیم الحق ملتانی نے لکھا ہے:

اب زیر بحث مسئلہ کا انکار کرنے والوں کو چاہیے کہ یا تو بھیڑ کی زکوٰۃ کے لیے بھی الگ نص لائیں یا جس طرح بھیڑ کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں اہل لغت وفقہاء واجماع

امت پر اعتماد کیا ہے؟ اسی طرح بھینس کی زکوٰۃ وقربانی کے سلسلے میں بھی اہل لغت فقہاء اور اجماع امت پر اعتماد کریں (ص ۱۸۹)

❁......مزید لکھا ہے:

عیدالاضحیٰ کی قربانی میں صرف مینڈھا مسنون ہے......اور اضحیہ میں آپ نے اونٹ اور گائے کے سات حصے بیان فرمائے ہیں مگر خود مینڈھے ذبح فرمائے ہیں۔ اگرچہ "ھدایا" اور "ضحایا" کے احکام میں کافی اشتراک ہے مگر یہ ماننا پڑے گا کہ مینڈھے کے سوا باقی جانوروں کو عیدالاضحیٰ کی قربانی میں ذبح کرنا "ھدی" سے لیا گیا ہے۔ اب مانعین یا تو "اضحیہ" میں بھی ہر جانور کے بارہ میں الگ الگ نص پیش کریں یا قرآنی نص "بهيمة الانعام" کے عموم کو تنگ نہ کریں۔ (ص ۱۲۸، ۱۲۹)

❁......دنبہ کو فلسطینی جانور ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے "اب سوال یہ ہے کہ جب دنبہ عربی علاقوں کا جانور ہی نہیں تو اس کی زکوٰۃ اور قربانی کیسے جائز ہوگئی؟ (ص ۴۴)

❁......اور لکھا ہے: "......جس طرح دنبہ کا بھیڑ کی ایک نوع ہونا لغت کی کتابوں میں معروف ہے، اسی طرح بھینس کا گائے کی ایک نوع ہونا بھی لغت کی کتابوں میں معروف ہے......جسطرح دنبہ کی قربانی بھیڑ کی نوع ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اسی طرح بھینس کی قربانی "بقر" کی نوع ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ اگرچہ جانور دونوں عجمی ہیں۔ (ص ۴۴، ۴۵)

❁......حافظ احمد اللہ نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے حج میں اونٹ ذبح کئے اور گھر میں قربانی کیلئے ......(دوسینگوں والے مینڈھے) کا ذکر ہے تو صراحتاً دنبے اور دنبی کی قربانی کا ذکر نہیں ہے۔ (ص ۱۶۰)

۞......اور نعیم الحق ملتانی نے لکھا ہے: صحابہ کرامؓ سے بختی اونٹ اور دنبے کی قربانی بھی ثابت نہیں ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہوگا۔ (ص ۱۷۱)

دوسروں سے ہر بات پر قرآن وحدیث کی تصریحات کا مطالبہ کرنے والے اِن اُمور کو بھی قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صراحتاً ثابت کریں۔۔۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

وہابیوں کا ایک اور دھماکہ

قربانی کی فضیلت

بسند صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں

وہابی مذہب شرانگیزی، فتنہ سامانی اور دھماکہ خیزی کا مرقع ہے، آئے دن نت نئے مسائل کھڑے کرنا وہابیوں کا شیوہ اور محبوب مشغلہ ہے، شریعت میں من مانی اور دین میں سینہ زوری ان کا ورثہ ہے، موجودہ حالات میں جہاں وہابیوں کے دیگر کئی دھماکے اور ہلاکت خیزیاں ہیں، وہاں ایک کدال انہوں نے ان احادیث پر بھی چلا دیا ہے جن میں قربانی کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے......ملاحظہ ہو!

وہابیوں کے ''قابل فخر محقق'' عبدالمنان نور پوری نے اپنی انوکھی اور نرالی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

''سنة ابیکم ابراھیم'' والی روایت ضعیف ہے۔ آپ یہ روایت سن کر خوش تو بہت ہوئے لیکن یہ روایت صحیح نہیں......قربانی کی فضیلت میں اکثر روائتیں کمزور ہی ہیں......بات قربانی کی فضیلت کی آگئی ہے تو قربانی کی فضیلت کی روائتیں سماعت فرمائیں، ایک روایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی قربانی کی فضیلت میں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

یوم النحر میں قربانی سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت والا عمل نہیں، خون کا قطرہ، زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں اس کا بہت درجہ بن جاتا ہے......یہ روایت بھی

کمزور ہے۔ابن العربی عارضۃ الاحوذی کے مؤلف ترمذی کے شارح فرماتے ہیں:

لیس فی فضل الاضحیۃ حدیث گھروں میں جو قربانیاں کی جاتی ہیں ان کی فضیلت میں ایک روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نہیں۔جتنی روائتیں بھی آتی ہیں۔وہ سب کمزور ہیں......خاص نام لے کر قربانی کی فضیلت والی روائتیں کمزور ہی ہیں۔(قربانی کے احکام ومسائل ۹،۱۰)

چونکہ عام طور پر وہابیوں کی طرف سے یہ شور وغوغا کیا جاتا ہے کہ ضعیف اور کمزور روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔لہٰذا ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ وہابی مولوی کے بقول جب قربانی کی فضیلت پر کوئی صحیح روایت نہیں ہے تو ان لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس عمل سے دستبردار ہو کر اہل اسلام کے اس متفق علیہ مؤقف سے الگ ہو جائیں۔

اور یہ عجوبہ بھی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف ان کی تحقیق یہ ہے کہ دریں مسئلہ روایات صحیح اور صریح نہیں ہیں۔تو دوسری طرف وہ اہل سنت وجماعت کو چوتھے روز قربانی کے جواز پر بحث ومباحثہ کے چیلنج دیتے پھرتے ہیں۔

عوام الناس اس مسئلہ میں وہابیوں سے ضرور رابطہ کریں۔

ناشر: مرکزی جمعیت اہلسنت (حنفی بریلوی) گوجرانوالہ

(تاریخ اشاعت 2004ء)







وہ جگہ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کیلئے لٹایا گیا

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630